REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS
FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ٭ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. No. P. 67.

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ـــ ۲۱
ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شمارہ ـــ ۳۹
شرح چندہ
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالکِ غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۶ ر تبوک (ستمبر)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہٗ اللہ کو ۱۸ ر تبوک کو اچانک ضعف کی تکلیف ہوگئی اور طبیعت مضمحل تھی۔ احباب جماعت حضور انور کی شفاء کاملہ عاجلہ، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل ہمیشہ شاملِ حال رکھے آمین۔

قادیان ۲۶ ر تبوک (ستمبر)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ مع اہل وعیال بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

٭ ـــ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی مع درویشانِ کرام بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ ٭

ہفتہ تحریک جدید

جملہ جماعتیں مہربانی کرکے یکم تا ۷ ر اکتوبر ہفتہ تحریکِ جدید اس رنگ میں منائیں کہ اس کا مقصد پورا ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین ٭ وکیل المال تحریک جدید قادیان

۱۹ ر شعبان ۱۳۹۲ ہجری — ۲۸ ر تبوک ۱۳۵۱ ہش — ۲۸ ر ستمبر ۱۹۷۲ء

بمبئی میں سیرتِ پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ

شری وی۔ ایس۔ پاگے چیئرمین لیجسلیٹو کونسل مہاراشٹر کی شرکت

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

خاکسار نے جب احمدیہ مسلم مشن بمبئی کا چارج لیا تو احبابِ جماعت نے خواہش کی کہ جماعتِ احمدیہ بمبئی کی طرف سے پبلک میں کوئی تبلیغی جلسہ منعقد کیا جائے۔ کیونکہ ایسے جلسے کے انعقاد پر کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ مجھے چونکہ سلسلہ کی تبلیغی و تربیتی ضروریات کے پیشِ نظر مرکزی ارشاد کے ماتحت ہندوستان کے مختلف حصّوں میں جانا پڑتا ہے اس لئے ایسے جلسہ کے انعقاد کے انتظامات کے سلئے کچھ عرصہ تک بمبئی میں قیام کرنا ضروری تھا۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کی خدمت میں گذارش کی گئی۔ نظارت نے اس سلسلہ میں مکمل تعاون و امداد کا یقین دلایا۔ چنانچہ جماعت بمبئی کے باہمی مشورہ سے طے ہوا کہ "سیرتِ پیشوایانِ مذاہب" کا جلسہ ایک ہال میں مورخہ ۱۶ ر ستمبر کو منعقد کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد جلسہ کے انتظامات شروع کر دیئے گئے۔

جلسہ کی صدارت کیلئے موزون شخصیت کا انتخاب

اس جلسہ کے انعقاد کے لئے پیپلز جناح ہال (کانگرس ہاؤس) ریزرو کرایا گیا۔ اس جلسہ کی صدارت کے لئے شری گنازا میئر آف بمبئی سے درخواست کی گئی۔ تو انہوں نے بخوشی اس جلسہ کی صدارت کرنا منظور فرمالیا۔ مگر پھر دوسری مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تو اس جلسہ کی صدارت کے لئے شری وی۔ ایس۔ پاگے چیئرمین لیجسلیٹو کونسل مہاراشٹر سے درخواست کی گئی۔ تو انہوں نے بخوشی اس جلسہ کی صدارت کرنا منظور فرمالیا۔

اس کے بعد مختلف مذاہب کے نمائندگان سے مقررین کے سلسلہ میں ملاقات کی گئی۔ اس سلسلہ میں شری ہری لال ڈریس والا نے بہت ہی تعاون کیا جس کے لئے ہم ان کے از حد ممنون ہیں۔ چنانچہ چند دنوں میں یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا۔

پوسٹرز اور اشتہارات

مجھے نظارت دعوۃ و تبلیغ کے ارشاد کے ماتحت ماہ اگست کے آخری ہفتہ میں سرینگر کانفرنس میں شرکت کرنا تھا۔ لہذا اس جلسہ کے پوسٹرز اور اشتہارات کی طباعت کا انتظام مکرم یو۔ ابراہیم صاحب مالاباری اور مکرم عبدالشکور صاحب ہریکر کے سپرد کیا گیا۔ دونوں احباب نے اس ذمّہ داری کو بہت ہی عمدہ رنگ میں پورا کیا۔ فجزاہما اللہ احسن الجزاء۔

پھر پوسٹرز لگانے اور اشتہارات بانٹنے اور دعوتی رقعہ جات کے پہنچانے کے لئے خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کے ذمّہ کام لگایا گیا۔ سب عزیزوں نے ذوق وشوق اور ہمت سے اس کام کو سرانجام دیا۔ اور شہر میں خوب پبلسٹی کی گئی۔ مہاراشٹر کی جماعتوں میں پوسٹرز اور دعوتی رقعہ جات ارسال کئے گئے۔

جلسہ کا انعقاد اور تقاریر

حسبِ اعلان مورخہ ۱۶ ر ستمبر بوقت ۵ بجے شام پیپلز جناح ہال میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ شری وی۔ ایس۔ پاگے چیئرمین لیجسلیٹو کونسل نے صدارت فرمائی۔

جلسہ کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا جو مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغِ سلسلہ نے کی۔ اور اس کے بعد مکرم مسیح الدین صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام ؎

"بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں"

خوش الحانی سے سُنایا۔

اس کے بعد خاکسار نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اس جلسہ کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے صدر جلسہ، مقررینِ کرام اور سامعین حضرات کو جماعت احمدیہ کی طرف سے (باقی صفحہ ۱۱ پر)

احمدیہ صوبائی کانفرنس اُتر پردیش

بمقام فتح پور شہر۔ بتاریخ ۷ ر اکتوبر ۱۹۷۲ء

احباب جماعت ہائے احمدیہ اُتر پردیش کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ضلع آگرہ میں سیلاب آجانے کی وجہ سے وہاں صوبائی کانفرنس کا انعقاد اب ناممکن ہوگیا ہے۔ لہذا فیصلہ کیا گیا ہے کہ امسال صوبائی کانفرنس فتح پور شہر میں ۷ ر اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ منعقد ہوگی۔ انشاء اللہ۔ فتح پور کے قریب موضع بہوہ میں گذشتہ سال ایک نئی جماعت کا قیام ہوچکا ہے اور موضع بہوہ کے قریب فتح پور ہی بڑا شہر ہے۔ جہاں جماعت کی شدید مخالفت ہو رہی ہے۔ اس لئے رُڑکی سے بھی بڑھ کر فتح پور کانفرنس کی اہمیت ہے۔ لہذا احباب جماعت ہائے احمدیہ یو۔ پی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوکر اس کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔

کانفرنس کے انتظامات تیزی سے شروع کر دیئے گئے ہیں۔ ہر جماعت میں سے کچھ ایسے خدام کی ضرورت ہے جو ایک ہفتہ قبل فتح پور پہنچ کر ضروری انتظامات میں تعاون کریں۔ بالخصوص درویشانِ قادیان سے بھی درخواست ہے کہ وہ رُڑکی کانفرنس کی طرح اس کانفرنس میں بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں تاکہ اہالیانِ فتح پور تک احمدیت کا پیغام انتہائی مخالفت کے باوجود پہنچایا جاسکے۔ فتح پور، دہلی ہوڑہ لائن پر کانپور اور الہ آباد کے درمیان واقع ہے۔ فتح پور اسٹیشن سے بذریعہ رکشا مندرجہ ذیل پتہ پر قیام گاہ تک پہنچیں۔ اسٹیشن سے قیام گاہ تک پورے رکشا کا کرایہ پچاس پیسے ہے۔

نوٹ:- اس کانفرنس میں مستورات کے لئے انتظام نہیں ہوگا۔

پتہ قیام گاہ مہمانان:- مکرم اسلم خان صاحب احمدی۔
نزد مسجد تکیہ چاند شاہ۔ محلہ پنی۔ فتح پور (یو۔پی)
Near Masjid Takya Chand Shah,
Mohalla Pani, FATEHPUR (U.P.)

خاکسار:- بشیر احمد فاضل صدر مجلس استقبالیہ احمدیہ صوبائی کانفرنس

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان ٭

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۸ تبوک ۱۳۵۱ ہش

حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچا لئے گئے

مسیح موعودؑ کے ذریعہ انجام پانے والے کسرِ صلیب کے عظیم کارنامہ کی جامع تفصیل بدر کی ایک گزشتہ اشاعت میں بیان ہو چکی ہے۔ اس موقعہ پر مسیحی رسالہ "ھُما" لکھنؤ کی ایک تازہ اشاعت کی عبارت نقل کر کے واضح کیا گیا کہ بعض لوگ حضورؑ کے اس کارنامہ کو مشتبہ کرنے کیلئے کس طرح وسوسہ اندازی سے کام لیتے ہیں۔

کسرِ صلیب کے مضمون کا ایک اہم حصّہ وہ انکشاف ہے جو حضرت مسیح ناصریؑ کو صلیبی موت سے بچا لئے جانے سے متعلق سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ یہ ایک انکشاف صلیبی مذہب پر کاری ضرب ہے جس کے ساتھ صلیبی معتقدات بے حقیقت بن کر رہ جاتے ہیں اس لئے مسیحی رسالہ "ہُما" جو خاص تکنیک کے تحت ناواقف مسلمانوں کو دینِ اسلام سے برگشتہ کر کے مسیحیت کے جال میں پھنسانے کی مہم چلا رہا ہے۔ اس نے اپنی اسی اشاعت میں مسیحؑ کی صلیبی موت کا بھی مخصوص طریق پر تذکرہ کیا ہے۔ ظاہراً طور پر تو ھما کا اندازِ بیان ایک "محقق" کا سا لگتا ہے لیکن در پردہ کمال ہوشیاری سے عامّۃ المسلمین کو اس صحیح اسلامی نقطۂ نظر سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ جس کی بنیاد قرآن کریم کے صحیح علوم پر رکھتے ہوئے حامیٔ دینِ متین مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے پیش کیا۔ چنانچہ رسالہ مذکور حیدر آباد کے ایک مسلمان مضمون نگار کے ایک مقالہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اس میں حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں صلیب بھی موجود ہے اور مصلوب بھی۔ اور ساتھ ہی اُن لوگوں کا ذکر بھی ہے جو اس خونیں ڈرامے میں اہم رول ادا کرنے کے دعویدار تھے یعنی اہلِ یہود۔ مشکل صرف یہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں صلیب اور مصلوب کا ذکر کیا ہے۔ وہاں لفظ "شُبِّهَ لَهُم" کہہ کر مصلوب ہونے والے کی شخصیت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ (1)

(2) مسلم مفسرین بالعموم متفق الرائے ہیں کہ صلیب پر مرنے والا شخص کوئی اور تھا حضرت عیسیٰ نہ تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ نہیں صلیب پر آویزاں شخص تھا تو عیسیٰ ابن مریم ہی لیکن آپ کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی بلکہ آپ کو زندہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار لیا گیا۔ (3)

تعجب خیز امر یہ ہے کہ مستند تفسیریں قرآن کریم ہی سے استدلال کر کے ثابت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا ہی نہیں گیا (4) اور قادیانی اور احمدی حضرات بھی قرآن کریم ہی کی آیات سے استدلال کر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا ضرور گیا لیکن وہ صلیب پر چڑھ کر بھی زندہ ہی رہے۔" (5)

(رسالہ "ھُما" لکھنؤ جولائی ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۰)

خط کشیدہ حصّے خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ جہاں تک واقعۂ صلیب کا تعلق ہے اس بارہ میں چار قسم کے نظریات پائے جاتے ہیں۔ پہلے نمبر پر یہود کا نظریہ ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دعویٰ کو قبول نہ کیا، آپؑ کی تکذیب کے ساتھ ساتھ ہر دم اس کوشش میں رہے کہ کسی نہ کسی طور سے انہیں صلیب پر لٹکا دیں۔ اور بموجب حکمِ تورات جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا جاتا ہے وہ لعنتی موت مرتا ہے۔ اس طرح آپ کو بھی ملعون اور نعوذ باللہ راندۂ درگاہِ الٰہی ثابت کریں۔ یہ ایک لمبا بیان ہے کہ کس طرح یہود ایک سازش کے ذریعہ بالآخر حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکا دینے میں کامیاب ہو گئے اور پھر مشہور کر دیا کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر مار دیا اور وہ بائیبل کے بیان کے مطابق لعنتی موت مرا۔ اب اس کے سچّا اور منجانب اللہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے انکار سے یہود زیرِ الزام آسکیں۔

دوسرا نظریہ مسیحیوں کا ہے جو یہود کے ساتھ اس امر میں تو ہمخیال ہیں کہ اُن کے منصوبہ کے تحت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع ہوئی اور وہ لعنتی موت بھی مرے لیکن وہ آپؑ کی اس موت کو مسیحیوں کے گناہوں کا کفّارہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تین دن مرا رہنے کے بعد وہ پھر سے زندہ ہو گئے۔ (اُن کے اس اعتقاد کی تفصیل خاصی لمبی ہے ہم بخوفِ طوالت تفصیلات میں نہیں جا سکتے کہ یہ عقیدہ اُن میں کس پسِ منظر میں رواج پا گیا بالخصوص جبکہ خود نصاریٰ میں سے ایک معقول تعداد ایسے افراد کی بھی ہے جو مسیح کی اس رنگ میں صلیبی موت کے ہرگز قائل نہیں ہیں)

تیسرا نظریہ واقعۂ صلیب سے متعلق عامّۃ المسلمین کا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر اصلاً چڑھائے ہی نہیں گئے۔ بلکہ بقول اُن کے جب حکومتِ وقت کے کارندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے لئے حوالات سے لینے آئے تو اُن میں سے ایک سپاہی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمشکل بنا دیا گیا۔ اور یہود نے اس شخص کو صلیب پر چڑھا دیا نہ کہ مسیح علیہ السلام کو۔ عین اسی وقت حوالات کی چھت پھٹی اور حفاظتی نقطۂ نظر سے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور وہ آج تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ اس قصّہ کی کوئی سند نہ تو قرآن مجید سے ملتی ہے اور نہ یہود و نصاریٰ جو موقع کے گواہ تھے اُن کی کتب میں اس کا نشان ملتا ہے۔ بلکہ زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ وہ بے گناہ سپاہی نہ وقت پر چیخا چلّایا نہ فریاد کی اور نہ افسران نے ہی اس بات کا جائزہ لیا کہ ان کی طرف سے بھیجے گئے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی کا کیا ہوا؟ وہ کہاں گیا؟ یہ وہ نظریہ ہے جس کے بارہ میں رسالہ "ھما" لکھتا ہے کہ اس کو "مستند تفسیریں قرآن کریم ہی سے استدلال کر کے ثابت کرتی ہیں۔" ایسے بے حقیقت قصّہ کا کسی تفسیر میں موقع کے گواہ فریقین کی مسلّمہ کتب کے حوالہ کے بغیر ذکر ہو جانا اس کے مستند ہونے کا دلیل کیسے بن گیا؟

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے

"اس بات پر یقین کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ انجیل میں یونس نبی سے اپنی مشابہت بیان فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یونس کی طرح میں بھی قبر میں تین دن رہوں گا۔ جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ اب یہ مشابہت جو نبی کے منہ سے نکلی ہے قابلِ غور ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں رکھے گئے تھے تو پھر مُردہ اور زندہ کی کس طرح مشابہت ہو سکتی ہے؟ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا رہا تھا؟ سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہرگز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اور نہ وہ مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے۔ پھر

دوسری دلیل یہ ہے کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ اگر یہ شخص مارا گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام صلیب دئے جاتے یعنی صلیبی موت سے مر جاتے تو ضرور تھا کہ جو فرشتہ نے پیلاطوس کی بیوی کو کہا تھا وہ وعید پورا ہو جاتا۔ حالانکہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پیلاطوس پر کوئی تباہی نہیں آئی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے لئے تمام رات دُعا مانگی تھی۔ اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبول درگاہِ الٰہی تمام رات رو رو کر دُعا مانگے اور دُعا قبول نہ ہو۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ صلیب پر پھر مسیح نے اپنے بچنے کے لئے یہ دُعا کی کہ ایلی ایلی لما سبقتانی "اے میرے خدا اے میرے خُدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" اب کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ اس حد تک اُن کی گزارش اور سوزش پہونچ گئی تھی پھر خدا ان پر رحم نہ کرتا۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رکھے گئے اور شاید اس سے بھی کم۔ اور پھر اتار لئے گئے۔ اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ اس تھوڑے عرصہ اور تھوڑی تکلیف میں ان کی جان نکل گئی ہو۔ اور یہود کو بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑکا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا۔ یعنی یہود قتلِ مسیح کے بارے میں ظن میں رہے اور یقینی طور پر انہوں نے نہیں سمجھا کہ درحقیقت ہم نے قتل کر دیا ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اس میں سے خون نکلا اور خون بہتا ہوا نظر آیا اور ممکن نہیں کہ مُردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں جو مصلوبوں کے مارنے کے لئے ایک ضروری فعل تھا۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ تین دن صلیب پر رکھ کر پھر بھی بعض آدمی زندہ رہ جاتے تھے۔ پھر کیونکر ایسا شخص جو صرف چند منٹ صلیب پر رہا اور ہڈیاں نہ توڑی گئیں وہ مر گیا؟

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا اور ان کو اپنے زخم دکھلائے۔ اور ممکن نہیں کہ یہ زخم اس حالت میں موجود رہ سکتے کہ جبکہ یسوع مرنے کے بعد ایک تازہ اور جلالی جسم پاتا۔

نویں دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ ہے۔ کیونکہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ مسلمان طبیبوں اور عیسائی ڈاکٹروں اور رومی مجوسی اور یہودی طبیبوں نے باہم سازش کر کے یہ بے بنیاد قصّہ بنا لیا ہو۔"

(ایّام الصّلح صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ مصنّفہ یکم جنوری ۱۸۹۹ء)

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرنیوالا اور اسکے وجود کی ہر شاخ کی پرورش کرنیوالا ہے

پہلے انبیاء کی شرائع نے انسان کی جزوی ترقیات کے سامان تو فراہم کئے تھے لیکن اسکی کامل ارتقاء کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا

ہر احمدی فرد کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم کتاب پر غور کرے اور اسی میں اپنی تمام لذتوں کے سامان تلاش کرے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ مورخہ ۱۴ ماہ وفا ۱۳۵۱ ہش مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس ایبٹ آباد

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

پچھلے خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ قرآن کریم بڑی عظمت اور شان کا مالک ہے۔ اس نے اپنی عظمت اور علو شان کے متعلق خود دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور اس کے دلائل بھی دیئے ہیں۔ چنانچہ پچھلے خطبہ میں مَیں نے قرآن کریم کی اس شان کو مختصراً بیان کیا تھا اور بتایا تھا کہ قرآن کریم انسان کی ناقص عقل کے اختلافات کو دُور کرنے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ اور اس کے حق میں دلائل بھی دیتا ہے۔ اور عقولِ ناقصہ کے اختلافات دُور کر دیتا ہے۔

آج قرآن کریم کی

ایک اور عظمت،

ایک اور شان کے متعلق میں مختصراً کچھ کہنا چاہتا ہُوں۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت تک انسان کی طرف جتنی بھی آسمانی ہدایتیں نازل ہوئی ہیں ان میں سے ہر ایک میں ایک چیز نمایاں طور پر ہمیں نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم انسان کی جزوی ترقیات کے سامان پیدا کرتی تھیں۔ وہ انسان کی کامل ترقی کے سامان نہیں پیدا کرتی تھیں۔ اس لیے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے ابھی اپنے ارتقاء کو، اپنے عروج کو نہیں پہنچا تھا۔ تاہم یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسان اپنے ارتقائی دور میں جس مقام، جس وقت، جس زمانے اور جس ملک میں رہتا تھا، اس زمانے، اس ملک اور ان حالات میں اس کے مناسب حال جو بھی تعلیم تھی وہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اس زمانے کے نبی کے ذریعہ نازل کی اور اس طرح انسان کی جزوی ترقی کے سامان پیدا کئے جاتے رہے۔ تاکہ انسان جزوی ترقیات کے نتیجہ میں

ارتقائی مدارج

سے گزرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کے عروج کے لحاظ سے اس زمانے میں پہنچ جائے جس میں انسانِ کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت ہونے والی تھی۔

قرآن کریم سے پہلے کی جس قدر بھی ہدایتیں اور شریعتیں ہیں وہ انسانوں کی حالت اور ان کی ضرورت کے لحاظ سے، اُن کی جزوی ترقی کے سامان پیدا کرتی چلی آرہی تھیں۔ اس سے زیادہ وہ کچھ کرہی نہیں سکتی تھیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے انسانی تاریخ کا قرآن کریم کی آیات میں ایک بڑا لطیف مضمون ہے۔ اس سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالےٰ سے ہدایت پاکر اپنے اپنے زمانہ میں انسان کی جزوی ترقی اور تدریجی ارتقاء میں پوری کوشش کی۔ تاہم یہ چیز بڑی نمایاں ہوکر ہمارے سامنے آتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کسی نبی کی تعلیم میں انسان کی کلّی ترقی کے سامان نہیں پائے جاتے تھے۔

غرض انبیاء علیہم السلام اور آسمانی شرائع کا سلسلہ تو اپنے عروج اور کمال اور افضلیّت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم ہو گیا لیکن فلسفیوں کا جو سلسلہ ہے وہ کسی پر ختم ہُوا ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس سلسلہ کو کمال حاصل ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے جب ہم فلاسفروں اور مفکرین کے حالات کا مطالعہ کرتے اور ان کے نظریات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ ان کی فکر اور تدبّر کے نتیجہ میں (گو اس میں شک نہیں انہوں نے بعض اچھی باتیں بھی کہی ہیں۔ مگر مجموعی لحاظ سے) انسان کو جو کچھ ملا ہے وہ محض

جزوی بھلائی اور خیر

تھی۔ اس میں ایک تو انسان کی کامل ترقیات کے سامان نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان کی کوئی ایسی آزادانہ فکر اور اس کے نتیجہ میں کوئی نظریہ قرآن کریم سے بہتر ہمیں نظر نہیں آتا۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی فکر و تدبر نے کام تو ضرور کیا۔ بعض لوگ بڑے اچھے دل رکھنے والے تھے۔ ان کی طبیعت میں انسانیت کی خیر خواہی بھی پائی جاتی تھی۔ ہم یہ ساری باتیں تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اُن کا دنیوی فکر و تدبر اپنے کمال کو نہیں پہنچا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں جو چیز نمایاں ہوتی ہے اور جسے حضرت مسیح موعوُد علیہ السّلام نے اپنی کتب میں مختلف مثالیں دے کر واضح کیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی شریعتوں نے انسان کو جزوی ترقی کے سامان دیئے تھے۔ کلّی ترقی یا کامل ارتقاء کا سامان یعنی وہ علوم جن سے انسان اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کو کمال تک پہنچا سکے، وہ علوم صرف اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں، پہلوں نے نہیں سکھائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے بائیبل کی یہ مثال دی ہے کہ یہودیوں کی تاریخ کی ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ اگر کوئی شخص تیرے گال پر تھپیڑ لگاتا ہے تو اس کی گال پر ضرور تھپیڑ لگے۔ معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پھر یہودیوں کی تاریخ کے آخری دَور میں کہا گیا اگر کوئی آدمی تیرے ایک گال پر تھپیڑ مارتا ہے تو دُوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دے دراصل وہ بھی

ایک جُزوی حکم

ہے۔ اور یہ بھی ایک جُزوی حکم ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے منہ پر تھپیڑ لگاتا ہے تو ایسے موقعہ پر تیرے ذہن میں دو چیزیں آنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اپنی صلاحیت کو دیکھو۔ خدا تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہو تجھے

عیسائیوں سے خطاب

آؤ عیسائیو!! ادھر آؤ!!! | نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ!!
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں | کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو | یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار | کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!!
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

(از دُرِّ ثمین)

کی تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک انتہائی حسین اور ارفع نعمت ہے۔ اس عمدہ تعلیم کے ذریعہ تیری تربیت کی گئی۔ اور دوسرے یہ کہ تیرے بھائی کا درد تیرے دل میں پیدا کیا گیا۔ ان دو پہلوؤں کے لحاظ سے ایک چیز نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے اور وہ تیرا یہ ردّ عمل ہے کہ میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو قربان کرتے ہوئے معاف کرتا ہوں۔ اس قسم کا ردّ عمل کہ خدا تعالیٰ کے لئے جذبات کو قربان کر دیا جائے۔ اسلامی تعلیم ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر بدلہ لینے کی صورت میں گال پر تھپڑ لگانے کی ضرورت ہے۔ تو یہ کام اپنی نفسانی خواہشات یا حیوانی جذبہ کے ماتحت نہیں کرتا۔ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کسی سے بدلہ لینے کی ضرورت ہے تو پھر تم نے اس طرح نہیں لڑنا جس طرح بکریاں لڑتی ہیں۔ یا شیر لڑتے ہیں۔ یا مینڈھے لڑتے ہیں۔ اور یہ اتنے زور سے ٹکر مارتے ہیں کہ انسان سمجھتا ہے کہ اگر وہ اتنے زور سے ٹکر مارے تو اس کی کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔ پس جس طرح دوسری چیزوں کی آپس میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اس طرح تم نے، دوسرے انسان سے بدلہ نہیں لینا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ جس طرح دوسرے لوگ لڑتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی لڑتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ عمل اسلامی تعلیم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ دوسرے ایسی صورت میں تو وہ حقیقی انسان بھی نہیں ہوتے۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چوری کرتا ہے وہ چوری کرنے کی حالت میں مسلمان نہیں رہتا۔ اسی طرح جو شخص بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑتا ہے، وہ اس وقت انسان کی حیثیت میں نہیں لڑ رہا ہوتا۔ وہ اس وقت گویا

انسانی معیار

سے نیچے گرا ہوا ہوتا ہے۔

پس ایسی صورت میں ہر سچے مسلمان کے سامنے ایک تو یہ چیز آتی ہے کہ اسے اپنے جذبات کو خدا اور اس کی رضاء کے حصول کے لئے قربان کر دینا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ اس کا اصل مقصود اس کے بھائی کی اصلاح کرنا ہے یعنی اگر کسی کو معاف کر دینے میں اس کی اصلاح ہوتی ہے تو معاف کر دو۔ اگر بدلہ لینے میں اس کی اصلاح ہوتی ہے تو بدلہ لو۔ مگر ان ہر دو پہلوؤں کے متعلق انسان کو اپنی سمجھ اور ذہنی قابلیت کے مطابق ہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک سمجھ اور قابلیت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

جو چیز انسان کی سمجھ سے بالا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا۔

غرض انسان اگر یہ سمجھے کہ میں بدلہ لوں تو دوسرے کی اصلاح ہوتی ہے تو پھر بھی غصّہ کی حالت میں نہیں بلکہ اصلاح کی غرض سے بدلہ لیتا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھے کہ میں معاف کر دوں تو شاید اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اس کے اندر شرمندگی کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ انسانی طبیعت کا یہ خاصّہ ہے کہ وہ ندامت محسوس کرتی ہے تو پھر وہ اس کو معاف کر دے۔ چنانچہ مسلمان عموماً معاف کر دیتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب وہ کسی سے بدلہ لیتا ہے تو وہ اپنی

خواہش نفس کے طور پر

نہیں لے رہا ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لے رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کسی وقت بھی معاف نہ کرتا۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق لوگوں کی ایک مخصوص صلاحیت کی پرورش اور اس کی نشو ونما کے لئے بدلہ لینے کی تعلیم دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق ایک دوسری صلاحیت کی پرورش اور نشو ونما کے لئے صرف معاف کر دینے کی تعلیم پر زور دیا۔

اسی طرح برصغیر پاک و ہند کی پرانی تاریخ کو لے لیں۔ برصغیر میں جو انبیاءؑ آئے ہیں اُن میں سے ایک حضرت گوتم بدھ ہیں دھیمی طبیعت والے۔ اور دوسری طرف وہ ہیں جو اگر وید کی آواز کان میں پڑ جائے تو سیسہ پگھلا کر کانوں میں ڈالنے والے ہیں۔ یہ ہدایتیں اپنے زمانہ میں انسان کی اصلاح کرنے کے لئے آتی تھیں۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بگڑ کر بھیانک شکل اختیار کر گئیں۔ لیکن جس طرح پھول بگڑتا ہے تو وہ گاجر نہیں بنا کرتا۔ اور جب گاجر بگڑتی ہے تو وہ گلاب کے پھول کی شکل اختیار نہیں کرتی۔ اسی طرح ان کی بگڑی ہوئی شکل بگڑے ہوئے ہونے کے باوجود اپنی اصلی ہیئت کذائی کی طرف اشارہ کر رہی ہوتی ہے۔ ورنہ حضرت گوتم بدھ کی تعلیم جو ہے وہ بگڑ کر سیسہ پگھلا کر ڈالنے والی بن جاتی۔ حضرت گوتم بدھ نے نرمی پر زور دیا تھا۔ وہ نرمی کی طرف بگڑی۔ دوسری طرف سختی پر زور دیا گیا تھا وہ جب بگڑی تو سختی کی طرف بگڑی۔

بہرحال انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسان کی صلاحیتوں کی جزوی نشو ونما کے سامان پیدا کئے گئے۔ مثلاً ایک بلند مینار ہے، اس کے اُوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر سیڑھی کو اگر ہم ایک زمانہ سمجھ لیں تو انسان گویا اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے نبی کی انگلی پکڑ کر ایک سیڑھی چڑھ گیا۔ پھر ایک اور نبی آیا اس نے انسان کو اگلی سیڑھی چڑھا دی۔ اور اس طرح اس بلند مینار پر چڑھنے کے لئے جزوی طور پر مدد کی گئی۔ لیکن اس مینار کے اُوپر تک پہنچنے کے سامان نہیں پیدا کئے گئے۔

جہاں تک فلسفے کا تعلق ہے میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اس سلسلہ میں انسانی فکر و تدبّر کے نتیجہ میں نئی سے نئی فلسفیانہ بحثیں بڑی نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آ رہی ہیں خاص طور پر

اقتصادی اور معاشرتی تعلقات

کے بارے میں نئے سے نیا فلسفہ سامنے آ رہا ہے۔ مذہبی لحاظ سے بھی مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہود سے کہا تھا کہ دیکھنا کسی یہودی سے سود نہ لینا۔ اسی حکم کے اندر اقتصادی اور معاشرتی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کا یہ کمال ہے کہ اس نے کہا کسی سے بھی سود نہیں لینا۔

پس آج کا جو معاشرہ ہے اس کی تفصیل میں تو اس وقت جانے کا وقت نہیں لیکن اتنی بات تو ہر کوئی جانتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر اس وقت اقتصادی اور معاشرتی تعلقات کے لحاظ سے جو سرمایہ دارانہ نظام ہے اس کا اشتراکی نظام سے بڑا زبردست (کلیش CLASH) ہے۔ اس ٹکراؤ کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے بہرحال خیرخواہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اگر دوستی کا ہاتھ بڑھائیں تو یہ خیرخواہی نہیں، اَور چیز ہے۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے کہ میں جب ۱۹۷۰ء میں افریقہ کے دَورے پر گیا تھا تو فرانکفورٹ سے لیگوس تک چھ گھنٹے دس منٹ کی بڑی لمبی فلائٹ تھی۔ ہماری پچھلی سیٹ پر دو بوڑھے امریکن بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے تعارف ہوا۔ پھر باتیں شروع ہو گئیں۔ باتوں باتوں میں میں نے اُن سے کہا کہ یہ سوچ کر انسان حیران ہوتا ہے کہ انسان انسان سے پیار کرنا کب سیکھے گا۔ چونکہ وہ پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ ہیں فوراً سمجھ گئے کہ اس نے ہم پر سخت طعن کیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک کہنے لگا۔ اب تو ہمارے تعلقات روس سے اچھے ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا "OUT OF FEAR NOT OUT OF LOVE" خوف کی وجہ سے تمہارے تعلقات اچھے ہو رہے ہیں۔ پیار کی وجہ سے تو تمہارے تعلقات اچھے نہیں ہو رہے۔ وہ بے اختیار کہنے لگا کہ یہ بات آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ تاہم یہ تسلیم کر لیں کہ ایک قدم صحیح جہت کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ایک قدم صحیح جہت کی طرف اٹھایا گیا ہے لیکن ایک ہی قدم اٹھایا گیا ہے۔ یعنی میری وہی بات آگئی کہ یہ ایک جزوی حرکت ہے کلّی حرکت نہیں ہے۔

پھر اسی طرح آج کا جو فلاسفر ہے وہ مختلف گروہوں میں بٹ گیا ہے اور اپنے اپنے حالات کے مطابق انہوں نے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے انسانی گروہ کی جزوی ترقیات پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن

کلّی ترقیات کے سامان

پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اَور بہت ساری صلاحیتیں دی ہیں وہاں روحانی طور پر بھی استعدادیں بخشی ہیں۔ اب نہ سرمایہ دارانہ نظام انسان کی روحانی استعدادوں، روحانی قدروں اور روحانی صلاحیتوں کی نشو ونما کی طرف متوجہ نظر آتا ہے اور نہ اشتراکی نظام اس طرف متوجہ نظر آتا ہے۔

پھر روس نے تو اخلاقیات کو بھی بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ان کے نزدیک اخلاقی طاقتیں گویا موجود ہی نہیں۔ انہوں نے اخلاقی طاقتوں کو پہچانا ہی نہیں۔ تو پھر ان کے متعلق انہوں نے کوشش کیا کرنی تھی۔ چین نے اخلاقیات کو بھی اپنی زندگی کا حصّہ بنایا ہے۔ لیکن روحانی استعدادوں کو انہوں نے بھی بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ غرض روس اور چین یہ بات کھُلم کھلا کہتے ہیں کہ روحانی استعدادوں کا تو وجود ہے ہی نہیں۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک انسانوں میں سے لاکھوں بزرگوں اور مقربین الٰہی کا یہ

مشاہدہ اور تجربہ

ہے کہ اللہ ہے اور روحانی اقدار ہیں اور ان کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق بڑھانا چاہیئے۔

غرض یہ ایک مختصر تاریخی پس منظر ہے قرآن کریم کی عظمت اور شان کو سمجھنے کے لئے۔ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کو لیں۔ ہر نبی کی تعلیم انسان کی جزوی ترقیات کے سامان پیدا کر رہی ہے۔ اور انسان کو درجہ بدرجہ اعلیٰ مقام کی طرف لے جا رہی ہے چنانچہ ایک کے بعد دوسرا نبی آیا۔ اور اس نے انسان کے لئے جزوی ترقیات کے سامان فراہم کئے۔ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تو ہم کہتے ہیں

کہ ٹھیک ہے۔ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار سیڑھیاں چڑھا کر انسان کو بلند ترین مینار کی اس چوٹی پر لے گئے جو

انسانِ کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا مقام ہے۔

موجودہ زمانہ کے فلاسفر اور مفکر ذہنی حقائق اشیاء کے متعلق غور اور تدبر کرنے والے لوگوں میں کچھ خوبیاں بھی نظر آتی ہیں۔ آخر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ کلی طور پر عیب تو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ گو ان کے اندازِ فکر میں برائی زیادہ ہے۔ کم عقلی زیادہ ہے ان میں فراست کی کمی ہے۔ لیکن کچھ ان میں اچھی باتیں بھی ہیں البتہ ان کی جو اچھی چیزیں ہیں وہ انسان کی ساری ضرورت کو کامل طور پر پورا نہیں کر سکیں۔ انسان کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے کا دعوےٰ صرف

قرآن کریم

کرتا ہے اور کہتا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (بنی اسرائیل: ۱۳) اس آیت کریمہ کے اس ٹکڑے کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس کے ایک معنے یہ ہیں کہ قرآن کریم کی ہدایت اور شریعت اور تعلیم انسان کی جزوی ترقی کے لئے نہیں آئی بلکہ کلی ترقی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اسلام انسان کے درختِ وجود کی ہر شاخ کی پرورش کرنے والا ہے۔ انسان کے درختِ وجود کی جس قدر بھی ترقی ہو سکتی تھی یعنی اس کی ہر شاخ خوبصورت ہو۔ اس کا ہر پتہ خوبصورت ہو اس کے لئے

قرآن کریم میں مکمل تعلیم

موجود ہے۔ ہم اس حسین تعلیم پر عمل نہ کریں تو اس کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کا الزام ہم پر آئے گا۔ اسلام کی تعلیم پر اس کا الزام نہیں آئے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کیوں اس پر عمل نہ کریں۔ ہمارے سامنے اچھی گرم گرم روٹی آئے تو اپنی عادت سے بھی زیادہ کھا جاتے ہیں۔ ایک وقتی لذت کے لئے اپنا پیٹ خراب کر لیتے ہیں۔ کسی آدمی کو کوئی چیز پسند ہے کسی کو کوئی چیز پسند ہے۔ جن لوگوں کو آم پسند ہیں کھانا کھا چکنے کے بعد اگر ان کے پاس آم آ جائیں تو وہ سارے کھا جائیں گے کسی آدمی کو انگور پسند ہیں تو وہ بے تحاشا انگور کھا جائے گا۔

غالباً ہمارے بابر بادشاہ کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ قندھار کی طرف سے اونٹوں پر موٹے موٹے آڑوؤں کے ٹوکرے آئے جن کی تعداد شاید ۱۶۵ تھی (پہلے تو صوبہ سرحد میں بھی بڑے موٹے موٹے آڑو ہوا کرتے تھے۔) بابر آخر بادشاہ تھے انہوں نے دنیا کو بھی کھلانا ہوتا تھا اور پھر ان کی فطرت پر اسلام کا بھی اثر تھا۔ انہوں نے ہر ایک ٹوکرے میں سے ایک ایک آڑو نکال کر کھا لیا۔ اور اس طرح ایک اندازے کے مطابق انہوں نے قریباً ۲½ سیر آڑو کھائے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کس قسم کے آڑو میری طرف بھیجے گئے ہیں

پس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کو آڑو پسند ہیں وہ بے تحاشا آڑو کھا جاتا ہے۔ جس کو آم پسند ہیں وہ آم کھا جاتا ہے اور جس کو گرم گرم مزیدار روٹی مل جائے وہ بہت ساری روکھی روٹی کھا جاتا ہے

اسلامی تعلیم

جو کامل لذت اور کامل افادہ کا ذریعہ ہے اسے لوگ ساری کی ساری کیوں نہیں لیتے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنے شوق میں آم کھا گیا یا گرم گرم روٹی کھا گیا۔ تو اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو بھی پورے کا پورا لے لینا چاہیئے کیونکہ اس سے اچھی اور لذیذ چیز اور کوئی نہیں یہ اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار سے زیادہ لذت والی چیز تو اور کوئی نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی بات کو بڑی کثرت سے بیان فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ

اللہ تعالیٰ کا پیار

ملتا ہے اور یہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے۔ اس لئے قرآن کریم پر ہم کیوں عمل نہ کریں۔

پس قرآن کریم کا دعوےٰ یہ ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ یہ انسان کے درختِ وجود کی ہر شاخ کی پرورش کرنے والا ہے یہ انسان کی جزوی ترقی کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ اس کی کلی ترقی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی بھی استعدادیں قوتیں اور صلاحیتیں دی ہیں ان کی کامل پرورش کے لئے قرآن کریم میں مکمل تعلیم موجود ہے۔ اس واسطے یہ ایک عظیم کتاب ہے۔ ہر احمدی بچے جوان بوڑھے اور ہر احمدی مرد اور عورت کو چاہیئے کہ وہ

عظیم کتاب پر غور

کیا کرے۔ تمام احمدی اس پر غور کریں اور غور کریں اور اس میں سے اپنی جسمانی، ذہنی اخلاقی اور روحانی لذتوں کے سامان تلاش کریں۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے اور اسی کی طرف آج ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پکڑ کر (بڑی سختی کے ساتھ جھنجوڑ کر) لایا گیا ہے۔ فرمایا

اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآنِ

ہر قسم کی بھلائی قرآن کریم میں ہے۔ اس پر غور کرو اور ہر اچھی بات اس میں سے تلاش کرو۔

پس قرآن کریم بڑی عظمت والی اور بڑی

بلند شان والی کتاب

ہے۔ اب اس کے متعلق آج میرا یہ دوسرا خطبہ ہے۔ میرے پہلے خطبہ کا عنوان تھا

۱۔ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

۲۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا تُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ

اس قسم کی عظیم کتاب سے انقطاع لسانی یا انقطاع قلبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی حماقت کی انتہا ہو گی جس طرح اسلام حسن و احسان کی انتہا ہے اسی طرح قرآن کریم کو چھوڑنا انسانی فعل کے لحاظ سے یعنی قرآن کریم کو چھوڑنے کے لحاظ سے حماقت کی انتہا ہے۔ حماقت تو تھوڑی بھی نہیں کرنی چاہیئے چہ جائیکہ حماقت کی انتہا کر دی جائے۔ پس اس قسم کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔

غرض قرآن کریم سے
کماحقہٗ مستفیض ہونے کیلئے

اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں اور اس پر غور کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کو حرزِ جان بنا لینا چاہیئے۔ اس کو اپنی روح سمجھنا چاہیئے۔ تمام توہمات کو دور کر کے اس کو اپنے سینہ سے لگائے رکھنا چاہیئے۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے۔ بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو اپنے ساتھ نہ رکھو۔ شاید تم سو جاؤ۔ اور اس کی طرف تمہاری پیٹھ ہو جائے۔ کیا عجیب خیال ہے۔ جب تم جاگ رہے ہوتے ہو تو تم نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہوا ہے۔ اس کی تعلیم کو قبول نہیں کرتے لیکن جب تم سوئے ہوئے ہوتے ہو اور خدا تعالیٰ کی گرفت کے نیچے نہیں ہوتے اس وقت تمہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی طرف پیٹھ نہ ہو جائے۔ یہ خیال تو درست نہیں۔

بہرحال اس وقت تو میرے بھائی اور بہنیں میرے عزیز بچے اور میرے بزرگ میرے مخاطب ہیں۔ میں آپ سب سے یہ کہوں گا کہ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے یہ بڑی عظمتوں والی کتاب ہے۔ اس کتاب کی برکت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض تھا کہ جس نے اس گمنام شخص کو جو ایک گمنام بستی میں پیدا ہوا تھا اور جس نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے انتہائی پیار کیا تھا اس کو اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیض اور قرآن کریم کی برکت نے ساری دنیا میں مشہور و معروف کر دیا۔ چنانچہ پانچ پانچ ہزار میل دور لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہیں جن کے دل میں مہدی معہود علیہ السلام کا پیار سمندر کی لہروں کی طرح اٹھتا ہے۔ اس لئے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو ایک امتی نبی کی حیثیت سے ہماری طرف آئے تھے ان کی بدولت ہم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین چہرہ دیکھا۔ اور انہوں نے ہمیں پکڑ کر کہا ہے کہ قرآن کریم کی طرف منہ کر لوگے تو ساری بھلائیاں تمہارے نصیب اور مقدر میں آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا پیار تمہیں حاصل ہو جائے گا اور اس طرح ساری

لذتیں اور مسرتیں

تمہیں مل جائیں گی اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بنیادی حکم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

محبت قرآن کریم

قرآن مجید سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو، اس کی بے نظیر معنوی اور ظاہری خوبیوں کی وجہ سے بے حد عشق تھا۔ مگر باوجود اس کے قرآنی محبت کی اصل بنیاد بھی خدا ہی کی محبت پر قائم تھی۔ فرماتے ہیں

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

یعنی قرآن کی خوبیاں تو ظاہر و عیاں ہیں۔ مگر اصل کے ساتھ میری محبت کی اصل بنیاد اس بات پر ہے کہ اسے میرے آسمانی آقا! وہ تیری طرف سے آیا ہوا مقدس صحیفہ ہے جسے بار بار چومنے اور اس کے ارد گرد طواف کرنے کے لئے میرا دل بے چین رہتا ہے۔

(سیرت طیبہ مع ضمیمہ در منثور)

درویش فنڈ کی جن مخلصین نے وعدے کر رکھے ہیں ان سے درخواست ہے کہ جلد ادائیگی کر کے ممنون فرمائیں
ناظر بیت المال احمدیہ قادیان

غیر اسلامی رسوم کا قلع قمع اور ان سے اجتناب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ مشاورت میں تیسری تجویز کا فیصلہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:۔

"بد خواہشات بدعادات بدخیالات اور بد رسوم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ صراطِ مستقیم اختیار کیا جائے۔ بدرسوم کا اصل منبع ہے اور   کے خلاف ہم عقلی اور اسلامی دونوں لحاظ سے اقدام کر سکتے ہیں۔ جماعت کو بدرسوم کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہیئے خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو میں جماعت کے سامنے اس تعلق میں تفصیلی پروگرام رکھوں گا۔"

(الفضل ۸ر اپریل ۱۹۷۲ء)

نظارت ہذا نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے پیشِ نظر مختلف علاقوں سے غیر شرعی رسوم منگوائی ہیں اور اب بالاقساط ان کی نشاندہی کی جائے گی۔ احباب کو چاہیئے کہ غیر اسلامی رسوم کا قلع قمع کریں۔ ان سے اجتناب کریں اور اسلامی احکام کی اتباع کو مقدم کریں۔

ذیل میں شادی اور وفات کے مواقع پر جن غیر اسلامی رسوم کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ جماعت کے احباب اور خواتین کو علم ہو جائے اور آئندہ ان سے ہر طرح سے اجتناب کیا جائے۔

۱۔ شادی کے موقع پر فلمی گانے اور ناچ وغیرہ کی رپورٹ ملنے پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اور ہدایت:۔

احباب محلہ کو حضور نے مسجد مبارک میں بلا کر رپورٹ کے بارے میں ان سے گفتگو کی اور فرمایا:۔

"لیکن جو دوست یہاں بیٹھے ہیں جب اپنے اپنے گھروں کو جائیں تو اپنے بیوی بچوں کو اچھی طرح سمجھا دیں کہ اگر آئندہ کسی گھر میں ایسا طریق اختیار کیا گیا تو جماعت کے مردوں اور عورتوں کو یہ ہدایت کر دی جائے گی۔ کہ وہ ایسے لوگوں کی شادیوں میں شامل نہ ہوا کریں۔ آخر سوائے اس کے اس گناہ کو دور کرنے کا اور کیا علاج ہو سکتا ہے کہ اعلان کر دیا جائے کہ ان لوگوں کی شادیوں میں ہماری جماعت کا کوئی فرد شامل نہ ہو۔ وہ میراثیوں اور جوڑھیوں کو بلالیں اور یا پھر ایکٹرسوں کو بلالیں کیونکہ ایسے لوگوں کے گھروں میں وہی جا سکتی ہیں کوئی اور نہیں جا سکتا۔"

(الفضل ۲۰ر جنوری ۱۹۴۹ء)

۲۔ شادی کے موقع پر دولہا کو سہرا باندھنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"سہرے کا طریق بدعت ہے"

(الفضل ۴ر جنوری ۱۹۴۶ء)

نیز مجلسِ علم و عرفان میں فرمایا:۔

"لغویت ہے انسان کو گھوڑا بنانے والی بات ہے"

(الفضل ۲۰ر اپریل ۱۹۴۶ء)

۳۔ نکاح اور شادی کے موقع پر باجا بجانا

اس بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اعلانِ نکاح کے لئے دف جائز ہے۔ مگر آج دنیا ترقی کر گئی ہے.... اس کو لوگ پسند نہیں کرتے ہیں اور جن باتوں کو لوگ پسند کرتے ہیں وہ جائز نہیں اس لئے شریعت نے ہم سے یہ بھی چھڑوا دیا۔ اس کی بھی اب ضرورت نہیں رہی کیونکہ دف سے غرض اعلان تھا۔ اور اعلان کا ذریعہ دف سے بھی بہت اعلیٰ درجہ کا نکل آیا جو اخبار ہے کہ اس میں اعلان ہو جاتا ہے۔ دف سے جو غرض تھی وہ دوسری صورت میں بطرز احسن پوری ہو گئی۔"

(الفضل ۱۷ر فروری ۱۹۲۱ء)

۴۔ ذات پات کی تفریق اور اسلام

قرآنی ارشاد ہے:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(سورہ حجرات)

اس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں تعظیم و تکریم کا معیار ذات پات نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔ سید مغل پٹھان اور راجپوت وغیرہ قبیلوں اور خاندانوں کے نام ہیں اور صرف باہمی تعارف کا ذریعہ ہیں۔

آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بنی بیاضہ کے لوگوں کو کہا کہ ابو ہند (غلام کا نام) کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کی شادی کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ کیا ہم غلاموں کو اپنی لڑکیاں دیں؟۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ کے اسوۂ حسنہ سے بھی ثابت ہے کہ عزت تقویٰ شعاری سے ہے نہ کہ ذات پات سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکام شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا کے بندے ہیں"

تمام احباب کا فرض ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اسلامی احکام کو بجا لائیں اور یقین رکھیں کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔

✤ ✤ ✤

کانپور میں تقریب نکاح و رخصتانہ

از مکرم محمد مجید صاحب سوبیجہ صدر جماعت احمدیہ کانپور

کانپور - برادرم مکرم محمد سعید صاحب سوبیجہ کے دو صاحبزادوں عزیز محمد فرید سوبیجہ و عزیز محمد مسیح سوبیجہ کی شادی علی الترتیب عزیزہ گلریز بانو و عزیزہ شہناز بانو دختران عزیزم مکرم محمد احمد صاحب سوبیجہ سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کانپور کے ساتھ طے پائی۔ مورخہ دس ستمبر کو محترم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی نے نکاح کا اعلان فرمایا اور حسبِ موقع خطبہ دیا۔ جس میں اسلام کی تعلیم مساوات۔ حقوقِ زوجین اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے عورت کے بلند مقام پر روشنی ڈالی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے شادی بیاہ کے موقع پر جو غلط رسوم اور بدعات مسلمانوں میں جاری ہو گئی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام سے ان رسوم و بدعات کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی معاشرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اس کی خوبیاں آپ نے نہایت وضاحت سے بیان کیں۔ اور ان رسوم و بدعات سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کی۔

آپ نے بتایا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت ہے کہ جماعت احمدیہ بیاہ شادی کے موقع پر ہر قسم کی خرافات اور غلط رسوم سے پرہیز کرتی ہے اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے اسوہ پر عامل ہے

اس کے بعد ایجاب و قبول ہوا۔ اس موقع پر احباب جماعت احمدیہ کے علاوہ ہماری برادری کے بھی غیر احمدی احباب کثیر تعداد میں شریک تھے۔ جنہوں نے خطبۂ نکاح دلچسپی سے سنا۔

اسی شام کو رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی اور مورخہ بارہ ستمبر کو اخویم مکرم محمد سعید صاحب سوبیجہ نے اپنے دونوں بچوں کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا جس میں احباب جماعت اور دیگر اعزّہ و رشتہ داروں نے شرکت کی۔

احباب دعا فرمادیں کہ مولا کریم ان ہر دو رشتوں کو دونوں خاندانوں کے لئے برکت و رحمت کا موجب بنائے آمین۔ اس خوشی کے موقع پر اخویم محمد سعید صاحب سوبیجہ نے گیارہ روپے شکرانہ فنڈ میں اور گیارہ روپے مسجد فنڈ میں اور گیارہ روپے اعانتِ بدر میں ادا کئے۔ اور مکرم محمد احمد صاحب سوبیجہ نے گیارہ روپے مسجد فنڈ میں اور گیارہ روپے اعانتِ بدر میں ادا کئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

میں آخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو منظور فرماتے ہوئے محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل کو کانپور بھجوایا اور ان کی آمد کی وجہ سے ہمارے مجوزہ تبلیغی و تربیتی پروگرام کی حقہ انجام پذیر ہوئے۔

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی ادائیگی دوہرے ثواب کا موجب ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

تقریر جلسہ سالانہ قادیان منعقدہ فروری ۱۹۷۲ء

صدائے افریقہ

محمد حفیظ بقاپوری

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (سورۃ الکہف رکوع آخر)

(۱) افریقہ کی سابقہ حالت
(۲) سرزمینِ افریقہ میں سیاسی انقلاب
(۳) شرفِ انسانیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ
(۴) احمدیت کے ذریعہ ان لوگوں کو شرفِ انسانیت سے آگاہ کرنے کے سامان
(۵) ہمدردی اور خدمتِ خلق کے تحت کی جاری جماعت احمدیہ کی مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ

براعظم افریقہ کی فضائیں ظلم و تعدی کی آماجگاہ

آج سے چار پانچ سو سال پہلے :-

جب یورپ میں ترقی کی رَو چلی اور بعض یورپین اقوام نے ہندوستان کا رُخ کیا تو یہ لوگ افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے سارے افریقہ کا چکر لگا کر راس امید سے ہندوستان کی طرف آیا کرتے تھے (ابھی نہر سویز تیار نہیں ہوئی تھی) ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی جو سولہویں صدی میں ہندوستان میں تجارت کیا کرتی تھی، نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ ہندوستان کی تجارت سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنوبی افریقہ میں اپنی شاہی بستی قائم کرے۔ چنانچہ اس خیال کو مدنظر رکھ کر ہالینڈ والے ساحل کے نزدیک آباد ہو گئے۔ جو کچھ عرصہ کے بعد بڑھتے بڑھتے ملک کے اندرونی حصوں میں بھی پھیلنے لگے۔

۱۷۹۵ء میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ جنگ میں ہالینڈ والوں نے فرانسیسیوں کا ساتھ دیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کی تجارت کو محفوظ رکھنے کے لئے راس امید کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جب دونوں قوموں کے درمیان صلح ہو گئی تو یہ علاقہ ہالینڈ والوں کو واپس مل گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ یورپ میں نپولین شاہ فرانس سے انگریزوں کی لڑائی شروع ہو گئی جس کے خاتمے پر انگریزوں نے اس علاقے پر مکمل قبضہ کر لیا اور ۱۸۱۵ء میں اس کو اپنی کالونی (شاہی بستی) قرار دے دیا۔

اس طرح براعظم افریقہ یورپین اقوام کی ہوسِ ملک گیری کا نشانہ بنا۔ افریقہ ایسا زرخیز خطہ ہے جس کی قدرتی دولت اور پیداوار یورپین لوگوں کے لئے خاص کشش اور توجہ کا باعث ہوئی۔

براعظم افریقہ کے جغرافیہ کا سرسری مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں مختلف مقامات پر بے شمار قدرتی چراگاہیں ہیں جہاں کثیر تعداد میں مویشی اور شتر مرغ پائے جاتے ہیں۔ یورپین لوگوں نے اس کاروبار کو ترقی دے کر دودھ، مکھن، پنیر بنانے کے کئی کارخانے قائم کر لئے۔ جبکہ روئی کی اون اور شتر مرغ کے پروں کی تجارت نہایت نفع بخش ثابت ہوئی۔ کئی جوار باجرہ، چاول، گنا، کوکو، کافی، کیلا، انگور، ناریل، کھجور، مونگ پھلی کی کاشت نے یورپین آباد کاروں کو کاشتکاری میں مالامال کر دیا۔

معدنی وسائل کی فراوانی نے دولت کے انبار لگا دئے۔ ہیرے جواہرات سونے اور کوئلے کی کانوں پر یورپین اقوام ٹوٹ پڑیں۔ یہ لوگ بڑے ہوشیار اور چالاک اور سمجھدار تھے پہلے ساحلی علاقوں میں اترے پھر اندرونِ ملک بڑھتے چلے گئے۔ طرح طرح کے ہتھکنڈوں اور حیلہ سازیوں سے اصلی افریقی باشندوں کو ختم کر کے ان کی مملوکہ اراضی پر قابض ہوتے چلے گئے۔

بعض علاقے تو یورپین اقوام کو فقط جھنڈا گاڑ دینے سے مل گئے۔ کہیں آزاد علاقوں کو آباد کرنے سے حکمرانی مل گئی۔ کہیں تجارت نے ترقی کر کے توسیعِ سلطنت کا روپ دھار لیا۔ پھر جنگی معرکوں سے بھی ملک سر ہوئے۔ کیونکہ بھالے اور نیزے ہی افریقی باشندوں کے ہتھیار تھے۔ فرنگیوں کی بندوقوں اور توپوں کے سامنے سرنگوں ہوتے گئے۔

لوکل باشندوں کو ان کی اراضی سے بے دخل کر کے مفت میں سینکڑوں ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک بن بیٹھے۔ پھر اسی زمین پر لوکل باشندوں سے ہر گھنٹے بیگار لے کر یا برائے نام مزدوری پر کام لے کر ساری دولت خود ہضم کرتے چلے گئے۔ اور اصلی باشندے ان کے دستِ نگر بن کر رہ گئے۔

پھر ہیرے جواہرات اور سونے کی کانوں کی دریافت پر اصل مالکان کو حقوقِ مالکانہ سے محروم کر کے آباد کاروں کی نام نہاد کمپنیاں بنائیں۔ لیکن کان کنی کے پُرمشقت کام کے لئے لوکل باشندوں کو مزدور رکھا جو تنگ و تاریک سا کانوں میں صبح سے شام تک خون پسینہ ایک کر کے کام کرتے لیکن حق الخدمت کی ادائیگی کے وقت چند پیسوں سے زیادہ کے حقدار نہ سمجھے جاتے۔

Devide and rule کی پالیسی اس جگہ بھی خوب کامیاب رہی۔ پہلے اصل باشندوں کو آپس میں لڑا دیتے۔ ایک طرف ان کی قوت کمزور ہو جاتی تو دوسری طرف بڑی ہوشیاری سے ان کے حَکم بن بیٹھتے اور فیصلہ اس ڈھنگ سے کرتے کہ متحارب قوموں کا کچھ نہ بنتے ان کی بلا سے، فیصلہ کرنے والوں کو اس سے خاصا فائدہ مل جاتا۔ ان کے ہاتھ مضبوط ہو جاتے۔

جہاں کہیں ہیروں اور سونے کی کانوں کی دریافت ہوتی ان کا نام سنتے ہی آباد کار ہزاروں کی تعداد میں وہاں جا پہنچے۔ یہ لوگ کانوں کے مالک انجینئر اور سوداگر ہوتے تھے۔ جبکہ ملک کے اصل باشندے ان کے خدمتگار اور مزدور، جو ہمیشہ ہی سفید لوگوں کے غلام خیال کئے جاتے رات کے نوکروں کو باہر جانے کی سخت ممانعت ہوتی۔ کانوں میں بھی مزدوروں کو خاص مخصوص مقامات میں رہنا پڑتا۔ اپنے ساتھ بال بچوں کو رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ تعلیم میں پسماندہ، کسی ہنر سے ناآشنا، تہذیب و تمدن میں پچھڑے ہوئے، نہایت وفاداری اور جانفشانی کے ساتھ ہمہ وقت اپنے آقاؤں کی خدمت میں لگے رہتے۔

مفتوحات پر دیرپا قبضہ جمانے کے لئے براعظم میں عیسائیت کے فروغ کو نسخۂ کیمیا سمجھا گیا۔ چنانچہ تاجروں اور سپاہیوں کے ساتھ عیسائی منادوں کے لشکر بھی ساحلِ افریقہ پر اترنے شروع ہوئے۔ خوف، لالچ، احساسِ کمتری، بنیادی ترقی کی آرزو، اور نہ جانے کتنی قسم کے محرکات نے اس یورپی کلچر کو اس سرزمین کے نام پر ترقی دی۔ پھر نئی نسل کو قابو میں لانے کے لئے سکول جاری کئے گئے اور ہر سکول میں گرجا بنایا۔ سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ اس طرح ان نئی پود کو عیسائی بنانے کی اس مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ پندرھویں صدی کے آخر اور سولہویں صدی کے آغاز سے یورپین اقوام کے ہاتھوں افریقی باشندوں کا استحصال اور دینی مسیحی کے لئے بکثرت اصطباغ کا سلسلہ شروع ہو کر بیسویں صدی کے رُبع اول تک اس براعظم کی صورتِ حال یکسر بدل گئی۔ براعظم افریقہ مذہبی لحاظ سے مسیحیت کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا۔ اور سیاسی نقطۂ نظر سے سوائے ایبے سینیا اور مراکو کے براعظم کا بہت سا حصہ پورے طور پر یورپین اقوام کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ باقی قوموں کی نسبت انگریزوں نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ ان کے مقبوضات کا خاکہ کچھ اس طرح مستحضر کیا جا سکتا ہے :-

(الف) برٹش ایسٹ افریقہ :-
جس میں کینیا کالونی۔ یوگنڈا۔ زنجبار۔ سقوطرہ۔ ماریشس۔ برٹش سومالی لینڈ۔ وغیرہ شامل تھے۔

(ب) برٹش ویسٹ افریقہ :-
جس میں گولڈ کوسٹ (جسے اب غانا کہتے ہیں) سیرالیون، سینیگال، گیمبیا، مصری سوڈان وغیرہ شامل تھے۔

(ج) برٹش جنوبی افریقہ :-
اس میں راس امید، نٹال، اورنج فری سٹیٹ، ٹرانسوال، روڈیشیا اور نیاسالینڈ شامل تھے۔

یورپین آباد کاروں کے ذریعہ افریقی ممالک میں جو کوئی ترقیاتی کام ہوئے ان میں بھی سفید فام آقاؤں کی زیادہ سے زیادہ جلبِ منفعت مفادِ قومی اور خود غرضی ہی کارفرما رہی۔

اسی طرح علم و فن کے کام میں جو پیش رفت ہوئی اس کی تہہ میں بھی آباد کاروں کو فائدہ پہنچانا مدنظر رہا۔ تا لوکل افراد پڑھ لکھ کر اپنے آقاؤں کے لئے زیادہ مفید بن جائیں۔ جو اصلاحی نظام میں جو انقلاب لایا گیا وہ بھی اپنی اغراض و مقاصد کے گرد گھومتا رہا۔ جس علاقے کو اپنے لئے زیادہ منفعت بخش جانا، یا جہاں تک اپنی پہنچ ہوتی وہاں تک ذرائع آمد و رفت کی سہولیات پیدا کیں۔ عام ملکی باشندوں کو ترقی دینے یا ان کی ذہنی نشوونما سے کوئی سروکار نہ تھا۔ جس صورت میں کہ نسلی امتیاز ذہنوں پر چھایا رہا اور سفید چمڑی کی برتری کا خیال غالب رہا افریقہ کے کالے کلوٹے باشندے ہمیشہ ہی نفرت، حقارت اور ذلت کا نشانہ بنے رہے اس طرح پر حقوقِ انسانی کی پامالی، شرفِ انسانیت کی بے قدری انسان کے نام پر ایسا بدنما دھبہ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ انسان ... بقول ذلیل و خوار ہو کر جانوروں سے بدتر سلوک کا نشانہ

بنا دیا گیا۔ انسان اپنے ہی نوع کا خون مرے سے کرچوستا رہا۔ اس کے باوجود نام نہاد مغربی تہذیب پر فخر کیا جائے!!

۲۔ ظلم کا نتیجہ

افریقہ کی فضاؤں سے مظلومیت کی صدائیں

تہذیب نو کے دعویداروں کے ہاتھوں انسانیت سوز مظالم، حقوق انسانی کی پامالی اور لوٹ کھسوٹ کی داستان طویل بھی ہے اور دلخراش بھی۔

اس پس منظر میں افریقہ سے جو صدا اٹھی اور دنیا میں بھی سنی گئی جانتے ہو وہ کیسی صدا تھی؟ وہ مظلومیت کی صدا تھی۔ وہ انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کی صدا تھی۔ وہ انفرادی اور اجتماعی لوٹ کھسوٹ کا شکار بن چکے افراد کی صدا تھی۔ یہ تمدنی معاشرتی اور سیاسی پسماندہ لوگوں کی آواز تھی!! وہ چلا رہے تھے کوئی نہیں ہمارا جان کے لئے سہارا ہے۔ ان کا پیغام صدا بصحرا ہوتا رہا!! ہر طرف لوٹ کھسوٹ اور حقوق کی پامالی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اب بھی جاری ہے جس کا نمونہ جنوبی افریقہ روڈیشیا میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جہاں سفید فام اقلیت سیاہ فام اکثریت کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔ ان کا استحصال جاری ہے۔

۳۔ محبت و شفقت کی آواز

سائنسز انسان کی بے بسی اور مظلومیت کی اس خراش صدا کے پیچھے ایک اور آواز تھی بڑی ہی سہانی آواز۔ محبت و الفت میں ڈوبی ہوئی آواز۔ نوع انسان کے ساتھ سچی خیرخواہی اور درد سماز کب اٹھائے جانے والی آواز! انسانیت کے شرف اور بزرگی کو واضح کر دینے والی آواز۔ اس کی حقیقی قدر و منزلت ظاہر کرنے اور اسے اس کا اصل مقام دلانے کی آواز!!

اگرچہ حق کی یہ آواز بہت عرصہ پہلے عرب سے بلند ہوئی مگر دنیا کے شور و غوغا نے اسے برابر دبائے رکھا۔ اپنی ہی نام نہاد صلوں کی برتری کا بے سود تجزیہ کرنے والوں نے نہ تو اس کی اہمیت کی قدر پہچانی اور نہ اسے قابل اعتنا جانا بلکہ اس حقانی آواز کو بہرے کانوں سنا اور جبر و تشدد اور ظلم و تعدی کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسی سہانی آواز کی تجدید ہوئی۔ قادیان کی سرزمین سے یہ آواز بلند ہوئی اور ہر طرف دور دراز افریقہ میں پہنچی جس نے احترام آدمیت کے بارہ میں قرآن کریم کا یہ اعلان سنایا:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

(بنی اسرائیل)

یکفر دن

ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم بخشی ہے اس احترام کے جلو میں اسے خشکی اور تری کے سفروں کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ جہاں جائے اپنی خلقی برتری اور شرف انسانیت کے سبب وہ ہمیشہ عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جائے ہم نے اس کے لئے پاکیزہ خوراک کے سامان کئے تا ان کے استعمال سے اس کے فطری اخلاق حسنہ میں جلا پیدا ہو اور اس کے حقیقی شرف اور بزرگی کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا چلا جائے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس پر زیادہ توجہ چاہیئے تھی۔ کیا اس حقیقت کو چھوڑ کر نا عاقبت اندیش لوگ باطل اور بے حقیقت چیزوں کو قبول کرتے اور خدا کی نعمتوں کی ناقدردانی کرتے ہیں۔

پھر عزت و تکریم کے اس پیدائشی حق کی بنیاد خاندانی بزرگی۔ نسلی برتری۔ ثروت و سطوت جتھہ بندی یا مال و دولت کی بجائے نیک سیرتی اور خوش اخلاقی کو قرار دیا۔ اور فرمایا

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

اے لوگو! تم میں سے زیادہ معزز اور زیادہ محترم وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار اور حقوق انسانی کو احسن رنگ میں ادا کرنے والا اور افضل انسان ہے۔ بلکہ مقدس بانی اسلام نے تو یہاں تک فرمایا کہ:۔

اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ

کہ لوگ سب کے سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم خاک کا پتلا تھا۔ اس لئے ان میں کسی طرح کی طبقاتی تفریق روا نہیں۔ معاشرہ میں برابری اور مساوات سب کا پیدائشی حق ہے اور یہ حق سب کو ملنا چاہیئے۔ حجۃ الوداع کی مشہور تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا

اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ
وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا
بِالتَّقْوٰى

کسی عربی کو محض عربی ہونے کے سبب کسی غیر عربی پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر۔ البتہ تقویٰ کی برتری اور فضیلت اصل فضیلت ہے جو معیار بڑائی ہے۔ پھر فرمایا:۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ان کو بتا دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی انسان ہوں اس لئے کسی کو نہ تو احساس کمتری کا شکار ہونا چاہیئے اور نہ ہی اپنے تئیں دوسروں سے فروتر سمجھنا چاہیئے۔

یہ ہے مساوات انسانی کا جامع منشور جسے مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ زمانہ کی افریقہ کی طبقاتی کشمکش سے صدیوں پہلے دنیا پر ظاہر فرمایا اور مقدس بانی

سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس کی تجدید کی گئی یہ وہ ہمت افزا پیغام ہے جس نے گرتے انسانوں کو سہارا دیا۔ ٹوٹے دلوں کو جوڑا ان میں خود اعتمادی اور عزت نفس پیدا کی۔ احترام آدمیت اور شرف انسانیت کا احساس جگایا۔ نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے عمل سے اس کا ثبوت پیش کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمیں ایک طرف بڑے بڑے صحابہ کی زبان سے کالے کلوٹے حبشی غلام بلال کو "سیدنا بلال" "سیدنا بلال" کے الفاظ سے عزت و احترام کا عملی ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف محسن انسانیت کے اپنے عمل و کردار سے غریب سے غریب آدمی کے لئے بھی ویسی ہی محبت و الفت۔ شفقت و رحمت۔ شگفتہ مزاجی اور بے تکلفی نظر آتی ہے جیسی کہ کسی خاندانی اور امیر آدمی کے لئے۔ اس کی ایک واضح جھلک اس واقعہ میں ملاحظہ ہو:۔

خستہ حالوں سے اظہار محبت کی ایک مثال

حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے ایک غریب صحابی جو اتفاقی طور پر نہایت بدصورت بھی تھے گرمی کے موسم میں بوجھ اٹھا اٹھا کر ایک طرف سے دوسری طرف منتقل کر رہے تھے۔ کچھ تو ان کا چہرہ بدصورت تھا اور کچھ گرد و غبار اور پسینہ کی وجہ سے اور بھی بدنما نظر آ رہا تھا جبھی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں سے گذرے آپ نے ان کے چہرے پر افسردگی کی علامتیں دیکھیں۔ آپ خاموشی سے ان کے پیچھے چلے گئے اور جیسے بچے آپس میں کھیلتے وقت چوری چھپے پیچھے سے جا کر کسی دوست کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور پھر یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اندازہ لگا کر بتائے کہ کس شخص نے اس کی آنکھیں بند کی ہیں۔ اسی طرح آپ نے ان کی آنکھوں پر جا کر ہاتھ رکھ دیا اس نے اپنے ہاتھ سے آپ کے بازو اور جسم کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اور سمجھ لیا کہ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یوں بھی وہ سمجھتا تھا کہ مجھ جیسے غریب، اتنے بدصورت اور اتنے بدحال آدمی کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اپنی محبت کا اظہار اور کون کر سکتا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ فی الواقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے ساتھ اظہار محبت کر رہے ہیں اس نے بھی لاڈ پیار سے اپنا مٹی آلود اور پسینہ سے بھرا ہوا جسم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس کے ساتھ ملنا شروع کیا۔ وہ ایسا کرتا رہا اور حضور مسکراتے رہے اسے اس حرکت سے منع نہ فرمایا۔ جب وہ پیٹ بھر کر حضور کے کپڑوں کو خراب کر چکا۔ تو آپ نے مزاحاً فرمایا:۔

"میرے پاس ایک غلام ہے۔ کوئی اس کا خریدار ہے؟"

منصور کہ اس فقرہ نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کی توجہ اس بات کی طرف پھیر دی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کون مجھ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اور میں کس قابل ہوں کہ غلام سمجھ کر ہی کوئی مجھے خریدے۔ اس نے افسردگی سے کہا:۔

"یا رسول اللہ میرا خریدار دنیا میں کوئی نہیں"

حضور نے فرمایا:۔

"نہیں نہیں ایسا مت کہو۔ تمہاری قیمت خدا کی نظر میں بہت زیادہ ہے"

(دیباچہ قرآن کریم صفحہ ۲۹۱-۲۹۲ بحوالہ مشکٰوۃ مجتبائی۔ باب المزاح ص ۴۱۶)

یہ بات بالکل سچ اور ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسان پر جو عظیم الشان احسان ہوا وہ

شرف انسانی کا قیام

ہے پہلے بزرگ انبیاء نے اپنی اپنی قوم کی ضرورتیں پوری کیں۔ ان کی تربیت کی طرف بڑی توجہ دی۔ دعاؤں کے ساتھ جس حد تک ممکن تھا انہوں نے اپنی قوم کی تربیت کی اور ان کو نیک اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق مطہر بنانے کی کوشش کی۔ لیکن شرف انسانی کا قیام حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر خاص احسان ہے اور صرف آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ معلوم دنیا اور غیر معلوم خطوں میں بسنے والے ہر فرد کی عزت اور شرف کو آپ نے قائم کیا۔

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(باقی)

ضروری اعلان

بعض احباب مرکز میں لکھے جانے والے خطوط (لفافوں اور ان لینڈ لیٹرز) پر رجسٹرڈ ایلیف کا ٹکٹ نہیں لگاتے۔ حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کے تحت اس کے نتیجہ میں پانچ پیسہ کی بجائے دس پیسے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس ٹکٹ سے پہلے صوبہ کشمیر مستثنیٰ تھا۔ لیکن اب وہاں سے آنے والی چٹھیوں پر بھی ٹکٹ لگانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ احباب جماعت اس بات کا خاص خیال رکھیں مبلغین کرام بھی بغیر ٹکٹ لگائے ڈاک پوسٹ نہ کیا کریں۔

کارڈ پر ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں۔ کارڈ کے علاوہ ان لینڈ لیٹرز۔ لفافوں اور رجسٹریوں پر ٹکٹ لگانا ضروری ہے

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

درخواست دعا۔ مکرم محمد لیسین صاحب انچارج بورڈ ہ کو اللہ تعالیٰ نے چار لڑکیوں کے بعد لڑکا عطا فرمایا ہے زچہ بچہ کی صحت اور نومولود کی درازی عمر کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

کشمیر میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی اہم دینی مصروفیات

کاٹھ پورہ میں مسجد کا سنگِ بنیاد

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر مبلغ سلسلہ مقیم باڑی پورہ کشمیر

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال پھر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کشمیر کے تربیتی اور تبلیغی دورہ کے لئے تشریف لائے۔ افرادِ جماعت احمدیہ باڑی پورہ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ محترم موصوف نے صدر جماعت احمدیہ باڑی پورہ کی درخواست پر باوجود اہم مصروفیت اور ناسازیٔ طبع کے باڑی پورہ تشریف لانا منظور فرما لیا۔

چنانچہ حسبِ پروگرام آپ مورخہ ۳-۹-۷۲ء بوقت پونے چھ بجے باڑی پورہ تشریف لائے حلقہ کی جماعتوں کے احباب نے آپ کا استقبال کیا جو تقریباً تین بجے سے آپ کی تشریف آوری کے لئے چشم براہ تھے۔ صدر جماعت اور دوسرے احباب نے گل پوشی کی۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے احباب کو شرفِ مصافحہ بخشا۔

مقامی جماعت نے حضرت میاں صاحب کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک تربیتی اجلاس کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نماز مغرب احباب کی کثیر تعداد کے ہمراہ مسجد احمدیہ کے کھلے صحن میں ادا فرمائی۔ اور بعدہٗ محترم صاحبزادہ صاحب کی ہی زیر صدارت تربیتی جلسہ کا پروگرام تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا جو مکرم عبدالحمید صاحب بی اے معتمد مجلس خدام الاحمدیہ باڑی پورہ نے کی۔ نظم مکرم مولوی سلطان احمد صاحب فاضل نے درثمین سے پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے خطاب فرمایا۔

آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ موجوداتِ عالم پر احاطہ کئے ہوئے ہے قدیم سے وہ اپنی ہستی کا ثبوت اپنے منتخب لوگوں کے ذریعہ دیتا چلا آیا ہے۔ ان کے مخالف جو دنیاوی گروہ بندی کے لحاظ سے سیاسی و اقتصادی طور پر زمانہ پر چھائے ہوتے ہیں ان مامورینِ الٰہی کو از حد تنگ کرتے ہیں۔ مگر یہ کمزور سمجھے جانے والے انسان سب پر غالب آجاتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو دیکھیے۔ آپ کی کس قدر مخالفت ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو اپنا وطنِ عزیز چھوڑنا پڑا لیکن خدا تعالیٰ نے دس سال کے قلیل عرصہ میں آپ کو سردارانِ مکہ پر فوقیت بخشی اور سب سے زیادہ کمزور انسان، سب سے بڑھ کر مقام ارفع و اعلیٰ کا وارث ہوا

حضرت صاحبزادہ صاحب نے مختلف مثالوں سے خدائی نصرت و تائید کے کرشموں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں جبکہ اسلام اندرونی اختلافات اور بیرونی حملوں کی وجہ سے کمزور ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کی چھوٹی سی بستی میں مبعوث ہوئے۔ جس کی دنیوی لحاظ سے کوئی وجاہت نہ تھی۔ نہ کوئی بلند پایہ یونیورسٹی۔ نہ اچھا روزگار یا سیرگاہ۔ نہ کلیں نہ کارخانے۔ نہ پہلے تھے نہ اب تک ہیں۔ لیکن ابتدائی گمنامی کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ:-

> "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

اس زمانہ کے مدنظر یہ بات بظاہر ناممکنات میں سے تھی۔ اور ایک عجیب بات تھی۔ لیکن جتنی عجیب بات وہ اس زمانہ میں تھی اتنی ہی تعجب انگیز یہ بات ہے کہ دنیا کے کناروں تک احمدیت کے شیدائی موجود ہیں۔

پس احباب جماعت کی اس لحاظ سے بہت زیادہ ذمہ داریاں ہیں۔ آپ لوگ پورے طور پر احمدیت کی تعلیم پر عمل کریں۔ احمدیت کا خدا ایک۔ اس کا رسول حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ایک اس کا قبلہ و قرآن ایک ہے۔ پس اپنی پوری طاقت سے اپنی ساری محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت و ناموس کی حفاظت خود فرمائے گا۔ اگر کوئی انسان آنحضرت صلعم اور اسلام کی عزت کو تباہ کرنا چاہے گا تو وہ خود تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ انسان نہیں کر سکتا۔ اسلام ہی غالب آئے گا اور دنیا مغلوب ہو گی۔

جماعت احمدیہ کی اسی سالہ تاریخ پر نظر ڈالیں۔ اگرچہ ہم آج بھی کمزور ہیں مگر ابتدائی زمانہ سے آج جماعت کی حالت بدرجہا بہتر ہے مخالفتیں ہوئیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام بنا دیا اور احمدیت ترقی کرتی گئی۔ احمدیوں کے اندر اطمینان اور ایک ولولہ و جذبہ پیدا ہونا چاہیئے کہ آپ احمدیت کی ترقی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں

بعدہٗ آپ نے وادیٔ کشمیر میں کثرتِ باراں کے سبب فصلوں کے نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے بارش کے رک جانے کے لئے دعا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس جلسہ میں مختلف جماعت ہائے احمدیہ کشمیر کے احباب شامل تھے۔

مورخہ ۴-۹-۷۲ء کو صبح سے احباب حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کرتے رہے۔ تقریباً ۱۱ بجے دن کو موضع کاٹھ پورہ کے احباب کی درخواست پر آپ کاٹھ پورہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے مکرم غلام محمد صاحب لون کی درخواست پر جماعت احمدیہ کاٹھ پورہ کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور ایک لمبی پُرسوز دعا فرمائی۔ یہ مسجد پختہ سڑک کے بالکل قریب مکرم لون صاحب موصوف کی اراضی میں تعمیر کی جا رہی ہے۔ دعا میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے علاوہ مکرم بابو غلام رسول صاحب آف سرینگر۔ مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز انچارج تبلیغ وادیٔ کشمیر۔ مکرم مولوی سلطان احمد صاحب فاضل۔ خاکسار خورشید احمد پربھاکر۔ مکرم میر غلام محمد صاحب صدر جماعت احمدیہ باڑی پورہ۔ مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب مبلغ بھدرواہ۔ احباب جماعت احمدیہ کاٹھ پورہ اور کچھ غیر از جماعت بھائی بھی شامل تھے

جماعتِ احمدیہ چک ایمرچھ کے احباب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے اپنے گاؤں تشریف لانے کی درخواست کی تھی جو باوجود وقت نہ ہونے کے احباب کے اشتیاقِ زیارت کے مدنظر صاحبزادہ صاحب نے قبول فرمائی۔ چنانچہ آپ ٹھیک دو بجے چک ایمرچھ تشریف لائے۔ جہاں احباب جماعت بچوں اور عورتوں نے برعایتِ پردہ آپ کا استقبال کیا۔ اور ہار پہنائے۔

آپ نے مکرم راجہ منیر احمد صاحب صدر جماعتِ احمدیہ چک ایمرچھ کی درخواست پر ان کے دادا مرحوم کی قبر پر، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابہ میں سے تھے، احباب سمیت دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ مکرم امیر احمد صاحب ایم ایل سی کے زیر تعمیر مکان پر تشریف لے گئے

اس کے بعد مکرم ماسٹر محمود احمد صاحب سیکرٹری مال کے مکان پر تھوڑا سا عرصہ آپ نے قیام فرمایا جہاں عہدیداران جماعت نے آپ کے سامنے جماعتی ضروریات پیش کیں۔ جن میں تبلیغ کو وسعت دینے اور نئی پود کی تعلیم و تربیت کے لئے مبلغین اور معلمین کی ضرورت کو خصوصیت سے پیش کیا گیا۔

چونکہ آپ نے چار بجے شام کو باڑی پورہ سے واپس سرینگر روانہ ہونا تھا اس لئے درخواستیں ہمراہ لیکر آپ باڑی پورہ تشریف لے گئے۔

باڑی پورہ میں آپ کو الوداع کہنے کے لئے دوستوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی تھی۔ بعد دعا آپ عازم سرینگر ہوئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کے اس دورہ کے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین

صدقات کے متعلق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اہم ارشاد

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ پر توکل سب سے اہم چیز ہے جو کچھ خدا کر سکتا ہے بندہ نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ وہ ایسا راستہ کھول دے جس سے آپ کی اور جماعت کی تکلیفیں دور ہوں اور اس سب کا قبضہ ہیں۔ جہاں بندے کی عقل نہیں پہنچتی وہاں اس کا علم پہنچتا ہے۔ جو وہ ایک ٹکڑا ہے صدقہ بہت دیا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جہاں دعائیں نہیں پہنچتیں وہاں صدقہ بلاؤں کو رد کر دیتا ہے"

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ مندرجہ بالا ہماری جماعت کی موجودہ مشکلات اور ترقی کے راستہ میں رکاوٹوں کے پیش نظر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور جماعت کے ہر مخلص دوست کا فرض ہے کہ وہ حضور اقدس کے ارشاد کی اہمیت کا پوری طرح احساس کرتے ہوئے کثرت سے صدقات دینا شروع کر دے۔ اور ساتھ جماعت کی مشکلات کے ازالہ کے لئے دعائیں بھی کرتا رہے

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظر بیت المال آمد قادیان

درخواستِ دعا: خاکسار کے بیٹے عزیز شکیل احمد (جو امسال مدرسہ احمدیہ کی آخری کلاس درجہ ثالثہ میں کامیاب ہوئے ہیں) کچھ عرصہ کے لئے کشمیر میں بطور مبلغ گئے ہوئے ہیں۔ تمام احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف بہتر رنگ میں خدمتِ سلسلہ بجا لانے کی توفیق دے"

خاکسار منظور حسین صاحب بروا ...

رسالہ "راہِ امن" کے بارے میں بعض آراء و خطوط

مرسلہ مکرم مولوی محمد عمر صاحب مدیرِ مسئول رسالہ "راہِ امن" مدراس

(۱) آپ کے رسالہ "راہِ امن" کی ۱۰/۷۲ کی اشاعت دیکھنے میں آئی۔ بہت خوشی ہوئی۔ "تحریکِ احمدیت کے ذریعہ مذہبی دنیا میں عظیم انقلاب" "مرحوم تمنا اور بیداریٔ عمل" یہ دونوں مضامین نہایت شاندار اور فکر انگیز ہیں۔ دعا ہے کہ "راہِ امن" کے ذریعہ ہمارے ماحول اور معاشرے میں امن قائم ہو کے نورتین۔ مدراس ۱۷

(۲) رسالہ راہِ امن کا باقاعدہ خریدار ہوں اس رسالہ میں اسلام کے بارے میں نہایت بہترین تحقیقی اور شاندار تشریحات اور معلومات شائع ہوتی ہیں۔ سالنامہ ظاہری اور باطنی لحاظ سے بہت ہی شاندار ہے

ایم شمس الدین۔ مدراس ۲۶

(۳) رسالہ راہِ امن کا سالنامہ میرے سامنے ہے۔ خوبصورت تصاویر کے ساتھ نہایت معلوماتی مضامین سے یہ سالنامہ مزین ہے۔ حضرت احمد کا مضمون "تاریکی کے بعد روشنی" بہت فکر انگیز ہے۔ اس مضمون کا یہ فقرہ

"سچائی کا انکار کرنے میں اور غلط فہمی کا شکار ہونے میں جلد بازی سے کام نہ لیں"

بہت ہی قیمتی ہے۔ خلوصِ نیت سے اس مضمون کا مطالعہ ہمیں ہدایت اور نجات کی طرف لے جانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

اسی طرح حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا جنوبی ہند کے نام پیغام بھی دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اس پیغام کا یہ فقرہ

"کام بہت ہیں اور کام کرنے والے بہت کم ہیں"

ہزاروں حقائق اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

ایک مضمون میں کرشن اوتار کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اس کے مطابق آج ہندو حضرات اس اوتار کے منتظر ہیں۔ کیا ان کی لعنت ہندوؤں میں نہیں ہوگی؟ آپ کے خیال کے مطابق اگر ان کی لعنت اسلام میں ہو تو فسادات پیدا نہیں ہوں گے؟ اس زمانہ میں ہندو مذہب کی تبلیغ کرنے والے کرشن جی مہاراج اب آ کر اسلام کے بارے میں تبلیغ کریں گے تو ہندو حضرات کس طرح خاموش رہ سکتے ہیں؟ کیا اس طرح فسادات نہیں ہوں گے؟

مدراس میں منعقدہ سیرت النبیؐ کے ایک جلسہ میں مدراس کے سابق وزیر اعلیٰ آنا دورے نے واضح رنگ میں کہا تھا کہ اگر محمد نبی آخری نبی ہوں تو اسلام کی کوئی خوبی نہیں بلکہ اس کے مقام کو گرانے والی بات ہے

یسوع مسیح کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب Glimpses of The World History میں واضح طور پر لکھا تھا کہ انہوں نے تبت۔ لداخ اور کشمیر کا سفر اختیار کیا تھا۔

بہرحال تامل زبان میں ایک نئے نقطۂ نگاہ سے ایک نئے رسالہ کے اجراء پر مبارکباد قبول ہو

(ویدوان) ایل ایس نارائن ایئر۔ مدراس ۲

(۴) اس مذکورہ بالا چٹھی کے جواب میں خاکسار نے ایک مضمون بعنوان "کلکی اوتار اسلام میں ہی ہونا چاہیئے" لکھا تھا۔ اس کو پسند کرتے ہوئے ایک صاحب تحریر کرتے ہیں:-

راہِ امن میں اسلام میں کلکی اوتار پڑھا۔ ہندو مذہبی کتابوں سے اقتباسات حاصل کر کے محققانہ انداز میں یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ اب تک ہندو مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے لئے آپ کے رسالہ میں کوئی مضمون شائع نہیں ہوا تھا۔ اس کمی کو اس مضمون نے پورا کر دیا ہے۔

اس کمی کو دور کرنے والے مسٹر نارائن ایئر کو اور مولوی محمد عمر صاحب کو میں دلی شکریہ پیش کرتا ہوں ہر مہینہ میں ایک ایک مضمون ہندو مسلم عیسائی وغیرہ مذاہب کے بارے میں ہونے ضروری ہیں جو اسی قسم کے تحقیقی مضامین ہوں

Jnana Prakasam Madras-26

(۵) آپ کے رسالہ راہِ امن کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ دنیا میں کوئی بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں جماعت احمدیہ نہ پائی جاتی ہو۔ اب آج ہی مجھے انڈیمان سے ایک دوست کا خط آیا ہے کہ وہاں بھی یہ جماعت پائی جاتی ہے۔ اس طرح آپ کے مضمون کی تصدیق ہو گئی ہے۔

حضرت مرزا ناصر احمد کی لندن تقریر بابت موقع و محل پر آپ نے اپنے رسالہ میں شائع کی ہے۔

(کے ڈی ایس حبیب محمد۔ ترنلویلی ۲)

(۶) جماعت احمدیہ کے ایک سخت مخالف نے ہمارا رسالہ دیکھ کر اور اسے توڑ مروڑ کر اور پھاڑ کر واپس کیا تھا اور ساتھ ہی ایک چٹھی بھی لکھی جو ذیل میں درج ہے۔

"رسالہ راہِ امن کا سیرت النبی خاص نمبر پھاڑ کر واپس ارسال کر رہا ہوں۔ میں آپ کی جماعت کو اور اس کی فتنہ بازیوں کو خوب جاننے والا ہوں۔ خدا کی راہ میں کام کرنے والی اہل السنت والجماعت کے خلاف تمہاری جماعت مصروف ہے۔ خدا کی لعنت تم لوگوں پر ہو۔ نیز رسالہ الرحمت کی مخالفت کی وجہ سے کیا خدا تم لوگوں کو چھوڑ دے گا۔ تم لوگ خدا اور اس کے رسول کے غضب کے نیچے ہو۔ تم کو اور تمہارے خاندان اور اہل و عیال کو اور رسالہ "راہِ جہنم" میں کام کرنے والوں اور ان کے اہل و عیال کو خدا جلد ہی غارت کرے۔

مینیجر رسالہ Pirai مدراس ۱

نوٹ:- اس چٹھی کا محبت بھرا جواب لکھ کر اسی رسالہ میں شائع کر دیا ہے۔ محمد عمر

(۷) ایک اور صاحب نے لکھا ہے:-

رسالہ راہِ امن میں آپ کا مضمون کلکی اوتار پڑھا۔ نہایت غائرانہ نگاہ سے مطالعہ کیا۔ نہایت شاندار اور ناقابلِ تردید دلائل سے آپ نے اسے مرتب کیا ہے۔ مبارکباد قبول ہو۔ اس مضمون کی کوئی بھی مخالفت یا تردید نہیں کر سکتا میں نہایت دلیری سے اور بلند آواز سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج تامل ناڈو میں راہِ امن ہی وہ واحد رسالہ ہے جو قرآن کریم کی روشن کی ہوئی مشعلِ راہ کے ذریعہ بنی نوعِ انسان کی ہدایت کا موجب بنا ہوا ہے۔ باقی کوئی رسالہ بھی خواہ وہ کسی مسلم جماعت کی طرف سے شائع ہونے والا کیوں نہ ہو اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

Nanjil . C. Nataraj
Nagarcoil

(۸) قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق بعض پوشیدہ حقائق کو ظاہر کرنے میں "راہِ امن" جو پارٹ ادا کر رہا ہے اس کے لئے خلوصِ دل سے مبارکباد قبول ہو۔ اس حقیقت کے باوجود رسالہ رحمت کے ایڈیٹر جیسے لوگ اس کی مخالفت پر اتر آئے ہیں جو مناسب نہیں۔ اس رسالہ کے شائع کرنے میں جو ممد و معاون ہیں ان پر اور ان کے خاندانوں پر لعنت بھیجی جا رہی ہے۔ افسوس صد افسوس آج کل کے مسلمانوں کے لیڈر کہلانے والوں پر۔ کیا یہی بزدلی کی اور برے ہونے کی علامت ہے۔ کسی سوال یا اعتراض کا جواب نہ بن پڑے تو گالی گلوچ پر اتر آنا ہی ان لوگوں کا کام رہ گیا ہے۔ خدا ان کو عقل سمجھ دے۔ اور تمام دنیا میں پیغام اسلام پہنچانے والے اس رسالہ (راہِ امن) کو خدا لمبی عمر عطا کرے اور یہ پھلے پھولے۔ آمین

Komanthan Abdul Qadir
Kalamkudijiruppa

(۹) ایڈیٹر صاحب۔ نمستے۔ راہِ امن دیکھا اس میں شائع شدہ خلیفہ صاحب کی لندن تقریر اس دنیا کے لئے جو ہلاکت کے کنارے کھڑی ہے واقعی بہت بڑا انتباہ ہے۔

"جماعت احمدیہ اور رحمت رسالہ" کے زیرِ عنوان مولوی محمد صاحب کا مضمون بہت شاندار ہے۔ یہ دوسروں کے لئے بھی جو جماعت سے واقف نہیں بہت نفع بخش مضمون ہے۔ اس سلسلہ میں رحمت رسالہ کے ایڈیٹر کا بھی شکریہ۔ کیونکہ اس مضمون کا محرک یہی رسالہ بنا ہے۔

اسلام میں کلکی اوتار والا مضمون بھی پڑھا میری طرف سے اور ہماری ایسوسی ایشن کی طرف سے مولوی محمد عمر صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کریں نیز ہماری کالج یونین کی طرف سے بھی انہیں مبارکباد اور شکریہ عرض ہے۔ اس مضمون کو جب سے پڑھنے لگا ہوں ابتدا وقت سے ہی مختلف شک و شبہ کا شکار ہوتا رہا ہوں۔ اور ذہن میں کئی سوالات ابھرتے رہے۔ لیکن تعجب کی بات ہے جوں جوں میں مضمون پڑھتا رہا ہوں توں توں ان تمام سوالات کا جواب اسی مضمون میں ملتا رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر میں خود ہی تعجب میں پڑ رہا ہوں۔ آخر میں میرے دل میں جو سوال اٹھا تھا وہ یہ تھا کہ کلکی اوتار ہندوؤں میں کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہندو مت میں پیدا ہو کر سارے مذاہب کو ایک سٹیج پر جمع کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ جواب اسی مضمون میں مل گیا کہ اتھروید ۱۱ وال سکھنتھ میں مذکور ہے کہ احمد کا ظہور ہوگا اور وہ سورج کی طرح تم میں ظاہر ہوگا۔ احمد سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کلکی کا ظہور مسلمانوں میں ہی ہونا چاہیئے کیونکہ نام احمد مسلمانوں کا نام ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سچائی کبھی ناکام اور شکست خوردہ نہیں ہوتی۔ اور میرا ایمان ہے کہ سچائی کا پرچار کرنے والا رسالہ "راہِ امن" بھی کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھے گا۔

Pirai رسالہ کے مینیجر کی جو چٹھی رسالہ راہِ امن میں شائع ہوئی ہے وہ پڑھی ہے بوڑھی عورتوں سے بھی گئی گزری گالیاں انہوں نے آپ لوگوں کے خلاف نکالی ہیں۔ انہوں نے آپ کے علاوہ آپ کے خاندان پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ حالانکہ ایک خاندان میں احمدی بھی ہو سکتے ہیں اور اسی خاندان میں غیر احمدی بھی ہو سکتے ہیں۔ Pirai رسالہ کے مینیجر نے سارے خاندان پر لعنت بھیج کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ انہوں نے یہ گالیاں دے کر سمجھ لیا ہے کہ اسلام کی بڑی خدمت کی ہے! حالانکہ انہوں نے اپنے اندرونہ کا اظہار کیا ہے۔ اس چٹھی کا آپ نے جو جواب دیا ہے اس نے میرے دل کو بہت متاثر کیا ہے۔ شکریہ آپ کا مخلص

Piraiyjanban Hinu Vidvan
St John College Palayam Kottai
Dist Nellai

بمبئی میں سیرت پیشوایان مذاہب کا جلسہ

بقیہ صفحہ اوّل

خوش آمدید کہا۔ مَیں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ آج دنیا کو امن و اتحاد کی ضرورت ہے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں باہمی رواداری اور اہلِ وطن میں قومی یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنا ازبس ضروری ہے۔ اِن اہم اغراض و مقاصد کے لئے جماعتِ احمدیہ کے زیرِ اہتمام ۱۹۳۹ء سے سیرت پیشوایانِ مذاہب کے جلسے دُنیا میں منعقد کئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی امن پسندانہ تعلیمات کو پیش کیا۔

اس کے بعد مختلف مذاہب کے نمائندگان کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ (۱) دستور فوروز بی منوچہر ہوم جی نے "حضرت زرتشت پیغمبر اور اُن کے تعلیمات" (۲) بھکشو دھرمانند جی نے "مہاتما گوتم بدھ اور ان کی تعلیمات" (۳) سوامی کرشنانند جی مہاراج نے "حضرت شری کرشن اور اُن کی تعلیمات" (۴) میجر کینتھ سپائی کن نے "حضرت مسیح ناصری علیہ السلام" (۵) خاکسار شریف احمد امینی نے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۶) سردار گوربچن سنگھ صاحب ندھڑک نے "گورو نانک کی سیرت و سوانح" (۷) ۔ور مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ حیدر آباد نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی امن پسندانہ تعلیمات کے بارہ میں تقاریر کیں۔ سامعین کرام ان تقاریر سے کافی محظوظ ہوتے۔ جماعت احمدیہ بمبئی کی طرف سے صدر اجلاس اور مقررین کرام کی گلپوشی بھی کی گئی۔

صدارتی ریمارکس تقاریر کے ختم ہونے کے بعد صدر جلسہ شری وی۔ ایس۔ پاگے نے بہت ہی قابلِ قدر خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے فرمایا، کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ میں ایک ایسے جلسے میں شریک ہوا جس میں ایک ہی پلیٹ فارم سے مختلف دھرم والوں نے اپنے اپنے مہاپرشوں کے بارہ میں تقریریں کی ہوں۔ مَیں اس جلسہ میں شریک ہوکر اور ان تقاریر کو سُن کر بہت ہی خوش ہوا ہُوں۔ ایسے اجتماعات نہ صرف بمبئی میں بلکہ ہندوستان بھی مختلف جگہوں میں ہونے چاہئیں تاکہ باہمی اتحاد و رواداری کا جذبہ ترقی کرے۔ جس کی ہم کو اشد ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ توم دھرم والے کہتے ہیں کہ اُن کے رشی مُنی اور ریفارمر خدا کی طرف سے ہیں۔ مگر یہ پہلی مرتبہ سُنا ہے کہ قرآن مجید میں بھی ایسی تعلیم موجود ہے کہ سب دھرموں کے رشیوں اور منیوں کو مانو اور اُن کی عزت کرو۔ ایسے خیالات کو خوب پھیلانا چاہیئے۔ بڑے بڑے جلسے ہوں۔ جلوس نکالے جائیں جن میں سب دھرموں کے لوگ شامل ہوں۔ صدر جلسہ نے فرمایا کہ کوئی مذہب فتنہ و فساد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اگر کسی دھرم والا کوئی فرد غلطی کرتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس کی غلطی کی اصلاح کریں۔ اور اگر وہ زیادتی کرتا ہے تو اس کا مقابلہ کریں۔ مگر ہم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک شخص کی غلطی کی سزا دوسروں کو دیں۔ اور کسی کا مندر، مسجد یا گرجا یا گورُودوارہ گرادیں۔ اور لوگوں کو ماریں یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ کسی ایک فرقہ کے آدمی کی غلطی سے ہم یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ یا مذہب کے سب لوگ بُرے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو پھر تبلیغ اور تبدیلی مذہب کا مسئلہ خود بخود عبث اور فضول ثابت ہوتا ہے۔ اگر تبلیغ یا تبدیلی مذہب کا نظریہ درست ہے تو پھر یہ بات غلط ہے کہ کوئی قوم من حیث القوم فطرتی طور پر خراب ہے۔

آپ نے آخر میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مختلف دھرموں کے لیڈروں اور نمائندگان کی ایک کانفرنس بُلاؤں۔ اور اُن کی مدد سے ہر مذہب کی امن و صلح اور اتحاد و رواداری کی تعلیمات کو جمع کرکے اس کو کتابی شکل میں شائع کرکے ملک میں پھیلایا جائے تاکہ مختلف مذاہب کے پیروؤں میں جو منافرت ہے وہ باہمی محبت اور رواداری میں تبدیل ہو۔ بہرحال مجھے اس جلسہ میں شامل ہوکر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ اور میں جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس جلسہ میں شرکت اور صدارت کا موقعہ دیا۔

اس پر خاکسار نے صدر جلسہ کو یقین دلایا کہ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ آپ سے ہر قسم کے تعاون کی پیشکش کرتی ہے۔ چنانچہ صدر جلسہ نے مجھ سے خواہش کی کہ مَیں تمام مقررین کے مکمل پتہ جات ان کو مہیا کر دوں تاکہ وہ جلد ایسی کانفرنس بُلائیں۔ بالآخر مکرم محمد سلیمان صاحب صدر جماعت بمبئی نے صدر جلسہ و مقررین اور سامعین کرام کا شکریہ ادا کیا۔ اور صدر جلسہ نے اجلاس کے برخاست ہونے کا اعلان کیا۔

تقسیم لٹریچر جناح ہال کے گیٹ پر جماعت کی طرف سے بک سٹال لگایا گیا تھا۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے اس موقعہ کے لئے کافی لٹریچر بھی آ گیا تھا۔ اس جلسہ میں شرکت کرنے والوں نے وہاں سے اسلامی لٹریچر حاصل کیا۔ جلسہ کے انتظامات کے سلسلہ میں مختلف خدام کے ذمہ مختلف ڈیوٹیاں لگا دی گئی تھیں۔ سب نے اپنی اپنی ڈیوٹی کو خوش اسلوبی سے ادا کیا فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مہمانانِ کرام اس جلسہ میں شرکت کیلئے مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب مع اہل و عیال حیدرآباد سے، مکرم عبد المجید صاحب عثمان آباد سے۔ مکرم مسعود احمد صاحب و محمد زکریا صاحب یادگیر سے اور خلیل احمد صاحب اور منیر احمد صاحب پُونا سے تشریف لائے۔ اس طرح یہ امر جلسہ کی رونق میں اضافہ کے علاوہ احباب جماعت کی حوصلہ افزائی کا باعث بنا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

احباب کرام دُعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتے اور ہماری حقیر مساعی بابرکت اور نتیجہ خیز ہوں [illegible]

اداریہ بقیہ صفحہ ۲

بہرحال یہ وہ نظریہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تک بڑی شدّ و مد سے غیر از جماعت مسلمانوں کی طرف سے پیش کیا جاتا رہا۔ تا آنکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عقلی اور نقلی دونوں قسم کے زبردست دلائل کے ساتھ اس نظریہ کی دھجیاں فضاءِ آسمانی میں بکھیر دیں۔ یہ نظریہ خواہ کیسا ہی لغو اور لایعنی کیوں نہ ہو عامۃ المسلمین میں سے بعض اب بھی اس سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنے ایسے خیالات کے ذریعہ غیر شعوری طور پر مسیحیت کی تائید کرتے اور معاندینِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔ چنانچہ عامۃ المسلمین کی احمدیہ جماعت سے طبعی مخالفت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رسالہ ھُما نے حقیقت ناشناس مسلمانوں کو ورغلانے کا ایک رستہ نکالا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا سمجھدار طبقہ اب اس قسم کی بے اصل باتوں کو چھوڑ چکا ہے۔

اِن تینوں قسم کے خیالات کے مقابل پر چوتھے نمبر پر واقعہ صلیب کے بارہ میں وہ نقطۂ خیال ہے جسے مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے پیش کیا۔ حضورؑ نے نہ صرف آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ سے بلکہ اناجیلِ مقدسہ اور قدیم کتبِ تاریخ و کتبِ طب کے ناقابلِ تردید حوالوں سے یہ ثابت کر دکھایا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو اگرچہ یہود نامسعود نے ایک سازش کے تحت صلیب پر لٹکا دیا مگر یہ لوگ آپ کو صلیب پر مار نہ سکے۔ خدا تعالیٰ نے آپؑ کو صلیب کی لعنتی موت سے معجزانہ طور پر بچا لیا صلیب پر چند گھنٹے ہی لٹکائے جانے کے بعد آپؑ کو اُتار لیا گیا۔ بے شک ہاتھ اور پاؤں میں میخوں کے گاڑے جانے کے سبب اور دُوسرے اذیت ناک حالات پیش آنے کی وجہ سے آپؑ بے ہوش ہوگئے۔ مگر اسی بے ہوشی کی حالت میں ہی آپؑ کو صلیب سے اتار لیا گیا۔ اور پھر پیلاطوس اور آپؑ کے مخلص حواریوں کی باہمی خفیہ سکیم کے تحت بڑی احتیاط کے ساتھ آپؑ کو ایک خاص قسم کی مرہم سے لیپی ہوئی چادر کے اندر لپیٹ کر ایک قبر نُما کمرے میں تین دن تک رکھا گیا۔ یہ وہی مرہم ہے جو آج تک کتبِ طب میں مرہمِ عیسیٰ اور مرہمِ حواریون کے نام سے مشہور ہے۔ تین دن گزرنے کے بعد خفیہ طور پر آپ ایک لمبے سفر کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ اور لمبی مسافت طے کرکے، افغانستان کے رستہ علاقہ کشمیر میں پہنچے جہاں آپؑ نے اپنی بقیہ عُمر کا طویل حصہ بڑی ہی عزت و تکریم کے ساتھ گزارا۔ اس علاقہ میں خاص مقبولیت پائی۔ اور بالآخر ۱۲۰ سال کی عمر پاکر بمقام سرینگر محلہ خانیار مدفون ہوئے۔ یہ مقبرہ اب تک مرجعِ خاص و عام بنا ہُوا ہے۔

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ انکشاف کوئی معمولی نہ تھا بلکہ اس کی تائید میں آپؑ نے ایسے زبردست عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں جن کا کوئی شخص بھی معقول طور پر انکار نہیں کر سکتا۔ آپؑ نے ان سب دلائل کو پُوری شرح و بسط کے ساتھ اپنی مختلف کتب "ایّام الصّلح"۔ "مسیح ہندوستان میں" وغیرہ میں بیان فرمایا ہے۔ تحقیقِ حق اور کامل تسلّی کے لئے جو چاہے اب بھی ان کتب کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ اس انکشاف پر نہ صرف وہی دلائل ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتب میں بیان فرمائے ہیں بلکہ اب تو اور بھی بہت سے تائیدی انکشافات منصّۂ شہود میں آچکے ہیں۔ منجملہ ان کے وادیٔ قمران سے برآمد ہونے والے وہ مدفون صحائف ہیں جن کی اشاعت یورپ میں ہوئی۔ اور ان میں اس نوع کے متعدد حوالے موجود ہیں جو مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نظریہ کی زبردست تائید کرتے ہیں۔

اِسی طرح وہ مقدس چادر بھی نکل آئی ہے جس میں حضرت مسیحؑ کو صلیب سے اتارے جانے کے بعد لپیٹا گیا نہ صرف چادر بلکہ اس کے جو فوٹو لئے گئے ہیں اُن سے تو دو اور دو چار کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہونے کی حالت ہی میں اس چادر کے اندر لپٹے رہے۔ جیسا کہ حال ہی کے محققین نے لکھا ہے کہ جب مسیح علیہ السلام کو چادر میں لپیٹا گیا تو اس پر پہلے ہی ایک خاص قسم کی مرہم لیپ دی گئی تھی جس سے ایک طرف تو حضرت مسیح کو زخموں کی شدّت کے سلسلہ میں تخفیف ملی، دوسری قبر میں ظاہر ہونے والے خاص قسم کے کیمیاوی تغیرات کے سبب اس چادر پر حضرت مسیحؑ کی شبیہ مبارک کا صحیح صحیح انعکاس ہوگیا۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ فوٹو گرافی کی صنعت کے تحت جب بہترین کیمرے کے ذریعہ اس چادر کا فوٹو لیا گیا تو کیمرے کی پلیٹ پر چادر کے فوٹو میں سے حضرت مسیح علیہ السلام کا صاف فوٹو آگیا۔ یورپ کے محققین نے اس پر ریسرچ کی اور صاف گواہی دی کہ جب حضرت مسیحؑ کو اس چادر میں لپیٹ کر "قبر" میں رکھا گیا تھا تو آپ زندہ تھے۔ یہ وہی بات ہے جو مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آج سے بہت عرصہ پہلے دُنیا کے سامنے جدید تحقیق (آگے مسلسل صفحہ ۱۲ پر)

کے رنگ میں پیش کی تھی۔ پس تعجب انگیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکشاف اور نظریہ نہیں (جیسا کہ رسالہ "ھُما" نے صداقت کو مشتبہ کرنے کے لئے ایسا اظہار کیا ہے۔) بلکہ تعجب انگیز اُن لوگوں کا خیال ہے جو ایسے زبردست تاریخی مشاہداتی دلائل اور شواہد کے ہوتے ہوئے بھی انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

رہا رسالہ ھُما کا قرآنی بیان کے متعلق یہ لکھنا کہ "قرآن مجید نے جہاں صلیب اور مصلوب کا ذکر کیا ہے وہاں لفظ "شبّہ لھم" کہہ کر مصلوب ہونے والے کی شخصیت پر پردہ ڈال دیا ہے"۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس کے برعکس یہ تو ایک واضح قسم کی حقیقت بیانی اور اعلیٰ قسم کا ایجاز ہے کہ دو لفظوں میں ان سب حالات کی طرف واضح اشارہ کر دیا گیا جن کے تحت یہود کو اس امر کا شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔ مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سب واقعات و حالات کی پوری تفصیل اپنی کتب میں با دلائل درج فرما دی ہے کہ کس طرح یہود نا معلوم پر یہ امر مشتبہ رہا کہ انہوں نے فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر مار دیا ہے۔ پس بقول رسالہ ھُما قرآن مجید نے مصلوب ہونے والی شخصیت پر ہرگز ہرگز پردہ نہیں ڈالا۔ بلکہ "شُبِّهَ لَهُم" کے معنے یہ ہیں کہ مسیح کو صلیب پر حتمی طور پر مار دینے کا معاملہ یہود پر مشتبہ رہا۔ اور وہ کوئی یقینی بات اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے۔ اسی لئے تو قرآن مجید نے فرمایا کہ:-

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النساء آیت ۱۵۸ و ۱۵۹)

انہیں اس کے متعلق کوئی بھی یقینی علم نہیں ہے۔ ہاں صرف ایک وہم کی پیروی کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس واقعہ کی اصلیت کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ اور نہ اپنے ظن کو یقین سے بدلا۔ اور یقینی بات ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہود کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ اور اپنے پیارے بندے کو صلیب کی لعنتی موت سے بچا کر عزت و احترام کے مقام پر فائز کیا جو اس علاقے سے ہجرت کر کے کشمیر میں چلے آنے کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔

فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ٭

ولادت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے قریباً دس سال کے طویل عرصہ بعد خاکسار کے ہاں مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح ۹½ بجے دوسری لڑکی عطا فرمائی ہے قبل ازیں ایک لڑکی اور لڑکا ہے۔ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے از راہِ شفقت نومولودہ کا نام "عائشہ پروین" تجویز فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ نومولودہ کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین اور جملہ اہلِ خاندان کے لئے قرۃ العین ثابت ہو۔ اللّٰھم آمین ٭

خاکسار:- محمد احمد غوری پروپرائیٹر کوہِ نور پریس۔ حیدر آباد۔

دورہ انسپکٹر تحریکِ جدید

مکرم قریشی محمد شفیع صاحب عابد انسپکٹر تحریکِ جدید حصولِ وعدہ جات اور وصولی چندہ تحریکِ جدید کی غرض سے مورخہ ۷۲-۹-۲۰ کو قادیان سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ مہاراشٹر میسور۔ آندھرا۔ کیرالہ۔ مدراس وغیرہ کی جماعتوں کا دورہ کریں گے۔ ان کے پروگرام سے دفتر ہذا کی طرف سے جماعتوں کو اطلاع دی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران ان سے حسبِ سابق پورا پورا تعاون فرما کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے ٭

وکیل المال تحریکِ جدید قادیان

درخواستِ دُعا

مکرم عبد الرب صاحب آف سورو کی شادی ہوئے عرصہ سترہ سال ہو گیا۔ لیکن تا حال اُن کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ موصوف آج کل زیارت مقاماتِ مقدسہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جملہ احباب جماعت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد اولادِ نرینہ سے نوازے آمین ٭

(ایڈیٹر بدر)

رمضان المبارک میں فدیۃ الصّیام اور انفاقِ مال

رمضان شریف کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس مبارک مہینہ میں ہر عاقل بالغ اور صحت مند مسلمان کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے۔ روزہ کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکانِ اسلام کی البتہ جو مرد و عورت بیمار ہو اور ضعفِ پیری یا کسی دوسری حقیقی معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کو اسلامی شریعت نے فدیۃ الصّیام ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ از روئے شریعت اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے ہر روزہ کے عوض کھانا کھلا دیا جائے۔ بلکہ یہ صورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اور طریق سے کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔

سو میں اپنے معزز دوستوں کی خدمت میں بذریعہ اعلان ہذا گزارش کروں گا کہ ان میں سے جو احباب پسند فرمائیں کہ ان کی رقم سے کسی مستحق درویش کو روزہ رکھوا دیا جائے تو وہ فدیہ کی رقم قادیان میں ارسال فرمادیں۔ اس طرح ان کی طرف سے ادائیگی فرض بھی ہو جائے گا۔ اور غریب درویشان کی ایک حد تک امداد بھی ہو جائے گی — فدیہ کے علاوہ بھی رمضان شریف میں روزہ رکھنے والوں کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق سنتِ نبوی صلعم پر عمل کرتے ہوئے صدقہ و خیرات کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رمضان المبارک میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ پس قربِ الٰہی میں ترقی کے لئے احبابِ کرام کو اس نیکی کی طرف خاص نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس نیکی کے بجا لانے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کی بے پایاں برکات سے بڑھ چڑھ کر متمتع ہونے کی سعادت بخشے اللّٰھم آمین ٭

امیر جماعت احمدیہ قادیان

نہایت ضروری اعلان

احباب جماعتہائے احمدیہ کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص مسمّی عبد المالک شاکر ولد شیخ سبحان صاحب آف کیرنگ ضلع پوری اڑیسہ جس کا رنگ سیاہی مائل گندمی۔ منہ پر چیچک کے داغ۔ قد لمبا۔ عمر پچیس ۲۵ اور تیس ۳۰ سال کے درمیان ہے اسے دفتر وقفِ جدید کی طرف سے بطور معلّم جماعتِ احمدیہ سملیہ رانچی میں لگایا گیا تھا۔ مگر وہ جماعت کے چندوں کی ایک خطیر رقم لیکر فرار ہو گیا ہے اور بعض اور جماعتوں کی طرف سے بھی اس کی چوری اور بعض قبیح حرکات کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ لہٰذا تمام احبابِ جماعت اس شخص سے محتاط رہیں اور اس کی اطلاع مرکز کو بہم پہنچائیں ٭

ناظر امورِ عامہ قادیان

آزاد ٹریڈنگ کارپوریشن ۱/۵۸ فیرس لین کلکتہ ۱۲
کروم لیدر اور بہترین کوالٹی ہوائی چپل اور ہوائی شیٹ کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔
Azad TRADING CORPORATION
58/1 PHEARS LANE CALCUTTA-12.

ہر قسم کے پُرزے
پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ہر ماڈل کے ٹرکوں اور گاڑیوں کے ہر قسم کے پُرزہ جات کے لئے آپ ہماری خدمات حاصل کریں۔
کوالٹی اعلیٰ ——— نرخ واجبی
آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ ۱
AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1
23-1652 / 23-5222 { فون نمبرز } "Autocentre" تار کا پتہ